بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالاتِ طیبات

حضرت سلطان العارفین

شیخ حمزہ مخدومی

و شیخ الاسلام

بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہما

(حصہ اول)

مؤلفہ
مولینا الحاج سید محمد قاسم بخاری

شائع کردہ: مرکز اشاعت سیرت اولیائے کشمیر عیدگاہ سرینگر

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۱	تیسرے ایڈیشن کے متعلق چند معروضات و گذارشات	
۲	آغاز کتاب۔ جامع مقدمہ جس میں مندرجہ ذیل بیانات ہیں۔	
۳	شریعت، طریقت اور معرفت کی تحقیق میں • تحقیق عالم مثال • تحقیق عالم خلق • تحقیق عالم امر • علم ظاہر اور علم باطن کی تحقیق • امکان طی مکان کی بحث • جذب اور مجذوب کے معنی اور اس کے متعلق شرعی حکم • تصور شیخ کا مطلب اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ • مرشد کامل کی علامت • مرشد کامل کے لئے • مرشد کامل کی ضرورت	

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
	باب اوّل	
	حضرت سلطان العارفین رح کا نسب نامہ اور آپ کے خاندان کا تعارف	
	حضرت سیّد شرف الدّین المعروف بلبل شاہ صاحب رح کے مفصّل حالات	
	حضرت سلطان العارفین رح	
	ولادت باسعادت ۔ تعلیم و تربیت اور ابتدائی حالات	
	زمانۂ رضاعت کا ایک خاص واقعہ	
	شیر خوارگی کے بعد	
	تعلیم و تربیت کے لئے مکتب میں داخلہ	
	مدرسۂ دار الشفا میں داخلہ لینا	
	خانقاہِ شمسی چک کا تعارف	
	اِبتدائے عمر ہی سے مُرشد کامل کی فکر و تلاش اور اس کے نمایاں آثار	
	عالم ارواح سے حرز یمانی کی اجازت حاصل کرنا	
	دوسرا واقعہ	

نمبر صفحہ	عنوانات	نمبر شمار

تیسرا واقعہ
غیبی رہنمائی
چوتھا واقعہ
اہل سنت والجماعت کے بارے میں غیبی مشاہدات
اہل سنت والجماعت کی علامتیں

باب دوم

حضرت محبوب العالم رح کی سخت ریاضتیں اور مرشد کامل کی تلاش اور فکر
حضرت سید جمال الدین بخاری رح کی دہلی سے تشریف آوری
پیر اور بیعت کی شرطیں
حضرت مذکور اور محبوب العالم رح کی تعلیم و تربیت کا بیان
انتقال شیخ طریقت سہروردیہ از حضرت سلطان العارفین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ
حضرت سید جلال الدین بخاری رح کے مختصر حالات
منقبت در شان حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ مخدومی و محبوبی قدس اللہ سرہٗ
آنجناب کی چند کرامات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلبیسِ ابلیس سے متعلق

اَلحمد لولیہ وَالصّلوٰۃ وَالسّلام علیٰ نَبِیّہ مُحمّد وَعَلیٰ اٰلہٖ وَاَصحابہٖ اَجمعین

اما بعد

واضح رہے کہ زیرِ بحث کتاب آج سے پہلے دو مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مختصر کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ اب اپنے پاس اس کی ایک کاپی بھی نہیں رہی ہے۔ اور میں نے کتاب کو تین حصّوں پر تقسیم کیا تھا، مگر باقی دو حصے ابھی تک مرتب کرنے کی فرصت نہیں ہوئی، کیونکہ میری حالت کچھ ایسی ہی ہوگئی ہے جیسے حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ نے اپنے بارے میں اس شعر میں عکاسی کی ہے:۔

فیوماً بحزویٰ ولیوماً بالعقیق
وبالعذیب یوماً ویوماً بالخلیصاء

بہرحال میرے متعلق ربّ العالمین کی حکمت

بقول نظیری نیشاپوری یہی ٹھہری ہے

اِذَا مَا شِئْتَ اَنْ تَحْیَا حَیٰوۃً حُلْوَۃَ الْمَحْیَا

بہ رسوائی برآور سر زِ مستوری برون نہ پا

کہ زنعتہ میرے حالات اور میری مجبوریوں سے صرف نظر فرما کر مجھے محب محترم جناب غلام محمد صاحب گنائی آف شوپیان نے اِس کتاب کو پھر چھپوانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مجبوراً آج ہم زیر بحث کتاب معہ اضافات و بہترین معلومات شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ حسب سابق دربار سلطانی میں یہ کتاب پھر شرف قبول حاصل کریگی

؏ تو مگو مارا بدان شاہ بار نیست • با کریمان کارہا دشوار نیست

حقیقت میں یہ کتاب درمیانی تعلیم یافتوں کے لئے لکھی گئی ہے اور اعلیٰ قسم کے تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے تاج العارفین کافی ہے۔ اس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے، اور ہاتھوں ہاتھ کالجوں، یونیورسٹی اور علماء و مشائخ نے اس کی خریداری فرما کر نیاز مند کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ "تاج العارفین" کی دوسری جلد تقریباً

چھ سَو صفحات پر مشتمل ہو گی جس میں حضرت زبدۃ العابدین پیشوا لئے اہلِ یقین حضرتِ سلطان العارفین رحمہ اللہ کے تمام حالات و مقامات مذکور ہوں گے۔ اور کتاب کے آخر میں تمیماً للفائدہ حضرتِ بابا داؤد خاکی اور حضرت بابا نصیب الدین غازی رحمہما اللہ کے حالات طیبات نہایت شرح و بسط سے آئیں گے۔ آپ یقین جانئے کہ ہیجِ قسم کی کتابیں ھی آپ کی دینی رہنمائی اور دینی سعادت کے حصول کے لئے کافی ہیں۔ اور اگر پھر بھی کسی کو سمجھ میں نہ آئے تو اس کے بارے میں پہلے ہی حضرتِ خاکی رحؒ نے اس شعر میں پیش گوئی فرمائی ہے ؏

منکر باور ندارد این کرامت دور نیست
کہ بہ جہل سیر دل معجزہ باور شد است

بہر حال اولیأ اللہ اور حضراتِ صوفیہ کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق اس ریاست میں صرف انجمن تبلیغ الاسلام کے ممبران کرام کی محنت و جانفشانی کا حصہ ہے۔ اللہ تعالٰی انجمن کو وقتی بلاؤں اور آزمائشوں سے محفوظ فرمائے۔ اور قادیانی فتنہ سے اُمتِ مرحومہ کو پاک صاف بنائے۔ آمین

اس کتاب کی طباعت کا اہتمام مرکز اشاعت سیرت اولیاء کشمیر عیدگاہ سرینگر نے کیا ہے

دوسرے ایڈیشن سے متعلق

گذارشات

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اٰخِرِ النَّبِیّٖنَ وَاَصحَابِہٖ وَاَھلِ بَیتِہٖ اَجمَعِینَ

اَمَّا بَعد

آج سے چند سال پہلے راقم نے سلطان العارفین رحؒ حصّہ اوّل تالیف کیا۔ اس وقت ہم نے مذکورہ کتاب کا دوسرا حصہ لکھنے کا بھی وعدہ کیا تھا مگر افسوس ہے کہ میں بہت سی مصروفیات کی بناء پر اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا۔ البتہ آج تاج العارفین ابیات وِردُ المریدین کا اتنی کام پورا ہوا۔ لیکن اب تک اس کے مکمّل طور پر شائع کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ صرف تقریباً اشعار کی عربی نظم، ترجمہ اور شرح "التبلیغ" میں بالاقساط شائع ہوئی کیونکہ تصنیف و تالیف کا کام بہت اہم اور اس کے لیے کافی روپیہ کی ضرورت ہے جو ہمارے پاس نہیں۔ اور اصحاب دل میں دینی جذبات کا اتنا

شوق اور ہمت نہیں جتنی ہمیں درکار ہے۔ اُمید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ آیندہ ہم سُلطان العارفین کا دوسرا حصّہ اور تاج العارفین دونوں شایع کریں گے۔

آج انجمن تبلیغ الاسلام کے مرکزی رفقا نے سُلطان العارفین کے پہلے حصّہ کو اپنے طور پر دوبارہ شایع کرنے کی خواہش ظاہر کی، تاکہ انجمن بھی بازارِ عشق و محبت میں اپنے پرخلوص خدمات پیش کر سکے ظاہر ہے کتاب دوبارہ شایع کرنے سے پہلے نظرِ ثانی کی محتاج ہوتی ہے مگر افسوس ہے کہ نظرِ ثانی کا بھی وقت نہیں، البتہ پہلی بار جو کچھ لکھا اس پر بعون امر اپورا اعتماد ہے، اس لئے ہم نے پاکبازانِ عشق و محبت اور حضرت سُلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومی رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین کے درمیان حائل آنا گوارا نہ کرتے ہوئے کتاب بجوں کی توں شایع کرنے کی اجازت انجمن تبلیغ الاسلام کو دی ہے، اور کتاب کے مُقدمہ میں علمِ تصوّف کے چند علمی مباحث و اصلاحات کا اس غرض سے اضافہ کیا۔

قارئین کرام کا اولیاء اللہ کی کتابوں کے مطالعہ کے وقت اُن مباحث و اصلاحات سے واقف ہونا نہایت ضروری اور لابدی ہے۔ اور عقاید کی صحت میں بھی خاطر خواہ فایدہ ہوگا۔ یہ مسایل ہم نے بزم صوفیہ تاریخ حسن قول الجمیل التکشف

عن مہمات التصوف، مقدس زندگی، کشف المحجوب
مطالب رشیدیہ و دیگر معتبرات سے بعد تفصیل و توضیح
نقل کیے ہیں۔ اگر معزز قارئین کو اس سے کچھ فائدہ ہوا، تو
ہمیں بھی نیک دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

خاک پائے اولیاء و علماء

سید محمد قاسم شاہ بخاری

۳۰ جنوری ۱۹۷۷ء



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن ہ اما بعد

نیک اور انصاف پسند باشعور گروہ اِس حقیقت سے اچھّی طرح آگاہ ہے کہ حضرتِ سُلطانُ العارفین زبدۃ الاولیاءُ محبوبِ العالم شیخ حمزہ مخدومی قدس اللہ سرہٗ اولیائے کشمیر میں ایک خاص مقام اور ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے عبادت وریاضت اور غارنشینی پر ھی اِکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اپنے پُرآشوب زمانہ کے ناساز گار حالات میں دینِ اسلام کی جو عظیم الشّان خدمت انجام دی اور اپنی تبلیغ و روحانیت سے مخالفین اسلام اور اعداءِ سنت کے ساتھ جو عملی اور روحانی مقابلہ کیا وہ آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ اور جن لوگوں نے دینِ حق کے حسین چہرہ پر بدنما داغ دھبّے لگانے کی کوشش کی تھی۔ حضرتِ محبوبِ العالم رحؒ نے ان کی مذموم کوششوں کو نہ صرف ناکام و نامراد بنایا۔ بلکہ اپنی مجاھدانہ سرگرمیوں اور تبلیغ و روحانیت سے دینِ اسلام کو سرنو زندگی اور تازگی عطا کرکے

اپنے مخلصوں، معتقدوں، مریدوں اور سارے مسلمانوں کو اس بات کی عملی تعلیم دی کہ سب سے بہترین دینداری اور تقویٰ شعاری یہ ہے کہ کتاب و سنت اور مسلم پیشوایانِ دین اور عامّہ سلف صالحین کی اتباع و پیروی کی جائے۔ اسی طرح سب سے بڑی شقاوت اور گمراہی یہ ہے کہ اُدھر اُدھر کی آڑ لے کر کتابُ اللہ سنّت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہٖ وسلّم، جمہور سلف صالحین کے پسندیدہ طریقہ سے عدول اور تجاوز کیا جائے۔ اور اُن کو بغض و عداوت سے اپنے قلبُ و دماغ کو ملوّث اور منغض کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا اس دُنیا میں یہ دستور رہا ہے کہ ہر فرعون اور ہر سرکش کی سرکوبی اور راہ راست دکھانے کے لئے وہ ضرور کسی موسیٰ صفت مُصلح اور مجدّد کو بھیجتے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ لکلّ فرعونٍ موسیٰ ہر گمراہ کے لئے رہبر ہوتا ہے۔ اِس مُسلّمہ قاعدہ کے تحت آپ حضرت محبوبُ العالم قدس سرّہٗ کے پُرفتن زمانہ کی جنگاریوں خلافِ سنّت سرگرمیوں اور غیر ملکی سازشوں کو پورے غور فکر کیساتھ مطالعہ کیجئے۔ اور پھر اس ولیِ کامل، عارفِ ربّانی اور شیدائے کتاب و سنّت حضرت محبوبُ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی قربانیاں، آپ کی جد و جہد جگہ جگہ اور گھر گھر جا کر حق اور سنّت کی طرف

طریقۂ دعوت بھی ملاحظہ فرمائیے۔ تو آپ کو اس بات میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ آپ بہت بڑے مجدد تھے۔ مجدد وہ رہبر کامل ہوتا ہے جس سے احیاءِ دین ہو اور اغیار اور مخالفین سنت نے جو داغ دھبے دین مبین کے چہرے پر چپکائے ہوں وہ اُن کو اپنی روحانیت اور سچی دینی دعوت سے دھو ڈالے اور صاف کرے گا اور مجدد وہ نہیں ہوتا جو نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے۔ ایسا شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف ماشاء اللہ محبوب العالم پر مجدد کی تعریف بالکل راست آتی ہے کہ آپ نے نامساعد حالات میں دین حق کی اتنی خدمت کی کہ جس سے زیادہ تصور کا امکان ہی نہیں کہ بلاشک آپ نے مکاروں کا مکر اور شعبدہ بازوں کی شعبدہ بازی اور غیر شرعی سازشوں کو نہ صرف طشت ازبام کیا۔ بلکہ حق کو دوبارہ آفتاب کی طرح چمکایا اور بڑی کدوکاوش سے اس کو اپنے اصلی رنگ و رُوپ میں پیش کیا۔ فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

غرض آپ کی ان ہی عظیم دینی خدمات کی بناپر آپ کا نام نامی رہتی دُنیا تک تاریخ کے اوراق کی زینت اور اہل حق کے دلوں کے موجب قرار و اطمینان ہوگا۔ اسی تاریخی اور روحانی حیثیت سے حضرت محبوب العالم ہمارے ملک میں ایک ممتاز

مقام کے مالک ہیں، اور آپ کے حالات و کیفیات پڑھنے سے ایمان میں تازگی ہوتی ہے، اور اندرونی بے چینی چین و قرار سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس لئے نیاز مند نے آپ کے حالات طیبات اور تعلیمات و ارشادات ایک کتاب کی صورت میں اہلِ اسلام کے سامنے پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے اُمید ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ اس کتاب کے مطالعہ سے ہمارے دِلوں سے غفلت و قساوت کی کہانی دور فرمائے اور ہمارے دِلوں کو بھی اپنے نیک اور فرمان بردار بندوں کی تعلیمات و ھدایات سے منوّر اور بہرہ ور فرمائے گا۔

وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز

(مزید برآں اس کتاب کے لکھنے کی اور بھی ایک بڑی سخت ضرورت پیش آئی کہ آپ کے اعمال و تعلیمات سے دورِ حاضر کے ان مسلمانوں کو کچھ تھوڑا سا ہوش آجائے کہ جو شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت میں تضاد و تباین قرار دیکر اسلامی روح کو پاش پاش کر رہے ہیں۔ اور دینی احکام کو ختم کر کے مغربیت اور لادینیت کے ساتھ ہمکنار ہونا چاہتے ہیں، اور ایسے لوگ خود تو گمراہ ہیں ہی مگر بدقسمتی سے

وہ اولیاءِ ربّ العالمین اور بزرگانِ دین کے حالات بھی کچھ اس ڈھب سے پیش کر رہے ہیں کہ جن سے عوام المسلمین کے دلوں میں مختلف قسم کے غیر شرعی شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام المسلمین ان کے دامِ تزویر میں آ کر جادۂ حق اور صراطِ مستقیم سے دور جا پڑتے ہیں۔ حالانکہ اولیاء اللہ اس قسم کے اتہامات سے پاک ہیں کیونکہ وہ اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ پابندِ شریعت اور پرہیزگار ہوتے ہیں اور قدم بہ قدم اتباعِ محمدی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے سرشار اور معمور ہوتے ہیں۔ اور بلاشک اولیاء اللہ اس جہاں میں مخزنِ رحمانی کی تجلیاں ہیں۔ اور ان ہی برگزیدہ حضرات کے متعلق ارشادِ ربّانی ہے: الا انّ اولیاء اللہ لا خوفٌ علیہم ولا ھم یحزنون "اچھی طرح سن لو قیامت کے دن دوستانِ خدا بے خوف اور بے غم ہوں گے"۔ اس ہوا پرستی اور نفسِ امارہ کی اطاعت کے زمانہ میں اگر قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ دیکھنا مقصود ہے تو مجتہدینِ اُمّت اور اولیاء اللہ کے حالاتِ طیّبات کے مطالعہ سے یہ اہم دینی مقصد نہ صرف حاصل ہوگا بلکہ ہوا پرستی اور حق پرستی میں خود بخود فرق اور امتیاز حاصل ہوگا۔ اسی خاص ضرورت کے پیشِ نظر مجھے شعبۂ دارالمؤلفین نے حضرت

سلطان العارفین محبوب رب العالمین شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے ضروری اور مستند حالات لکھنے کا حکم دیا ہے۔ نیازمند نے یہ حکم اس خیال سے قبول کیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس خدمت کے طفیل سے اللہ تعالیٰ میرا نام بھی اپنے نیک بندوں کی فہرست میں درج فرمائیگا

اُحِبُّ الصّٰلِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْہُمْ
لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

کہ میں خود گنہگار و شرمسار ہوں مگر میرا دل ان کی محبت سے معمور اور سرشار ہے، تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی محبت کے طفیل میرے حال پر رحم فرمائے، اور مغفرت نصیب کرے۔ اور اس اعتقاد کا صحیح مسلم کی یہ حدیث شریف گواہ اور مؤید ہے کہ

المرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ یعنی قیامت کے دن مسلمان اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کی محبت سے دنیا میں وہ سرشار رہا ہوگا

اس کتاب کا نام **سیرت سلطان العارفین** قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری یہ خدمت قبول فرمائے اور اس کی تکمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین

اس سلسلہ میں یہ بات واضح رہے کہ ہم نے آپ کی حیات مقدسہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول میں پیش لفظ اور حضرت محبوب العالم کے زمانہ ولادت سے حضرت سید جمال الدین

بخاری رح کی رہبری تک کے حالات مبارکہ درج ہوں گے اور اس کے بعد حضرت سید موصوف رحمۃ اللہ کے پرشکوہ خاندان کا بھی مختصر ذکر ہوگا۔ حصہ دوم میں حضرت محبوب العالم رح کے سجادہ پر بیٹھنے کے بعد کے ارشادات و تعلیمات، روحانی کمالات و قلبی واردات، تبلیغی خدمات اور اپنے مریدوں کی اصلاحات مساجد و خانقاہوں کی تعمیرات، کشف و کرامات اور بدعتیوں اور تارکین سنت اور ہوا پرستوں سے جنگ و جہاد کا مفصل بیان ہوگا۔ حصہ سوم میں حضرت محبوب العالم رح کے مریدین اور معاصرین کے حالات اور اس پیر کامل رح کے متعلق ان کے خیالات و بیانات کے علاوہ آپ کے وصال و آثار کا ذکر ہوگا۔ آج کی فرصت میں ہم حصہ اول ھدیہ قارئین کرام کرتے ہیں ـــــ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ اس میں آپ کے خلیفہ نامدار حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات طیبات کا اضافہ ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ میری یہ دینی خدمت میرے لئے آخرت میں بہترین ذخیرہ بنائے اور حق پرستوں کو اس کے مطالعہ کی توفیق نصیب کرے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ

السّمیعُ العلیم ؕ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

خاکپائے علمائے عاملین و اولیائے کاملین

سید محمد قاسم شاہ بخاری عفی عنہٗ



جس میں علم تصوف کے چند مباحث و مسائل درج کئے گئے

۱۔ شریعت، طریقت اور حقیقت کی تحقیق

چونکہ کچھ لوگ طریقت و معرفت کی آڑ لے کر شریعت کے احکام سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں اسی طرح بعض لوگ شریعت کے احکام تسلیم تو کرتے ہیں مگر طریقت سے بے بہرہ بن جاتے ہیں۔ لہٰذا تحقیق کی رو سے دونوں قسم کے لوگ افراط و تفریط میں پڑ کر صراط مستقیم اور میزانِ عدل سے تجاوز کر جاتے ہیں، اور نہ صرف ان کا دین نامکمل رہ جاتا ہے بلکہ وہ دوسرے بندگانِ خدا کو بھی گمراہ کر جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہوا ہم کچھ تفصیل کے ساتھ اس مقدمہ میں شریعت و طریقت اور حقیقت کی اس طرح تشریح کریں کہ جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل کہلانے کا حقدار نہیں ہے جب تک وہ شریعت و طریقت کا پابند نہ ہو، اور راہِ سعادت ان دونوں کی پیروی ہی سے حاصل ہو گی۔ چنانچہ مصنف مطالب رشیدیہ

رحمۃ اللہ شریعت، طریقت اور حقیقت میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بدانکہ اوّل مرتبہ از مراتب سالک راہ شریعت ست کہ بہ شرائط صحت شریعت مواظبت کند و در محافظہ آن کوشد، چوں درین باب بقدر طاقت کوشش نماید و ہمت عالی دارد، بہ برکت گذاردن شریعت و ثمرہ علو ہمتی طریقت و بیرا رہ نماید و یعنی حقیقت پرو نماید۔

ترجمہ:- راہِ حق کے طالب کا پہلا مرتبہ شریعت کا راستہ ہے لہٰذا وہ پہلے احکام شرعیہ کا پابند رہے اور ان تمام شرطوں کی پوری رعایت رکھے جن سے شریعت کے احکام درست ہونگے اور جب سالک اس باب میں پوری کوشش اور جدوجہد برقرار رکھے گا، اور اپنی بلند ہمتی کو راستے پر لگائے رکھے تو اس وقت شریعت کے احکام کی پابندی اور بلند ہمتی کے نتیجہ میں اس پر طریقت کا راستہ ظاہر ہوجاتا ہے پس طریقت گویا سچے کہ دل کا راستہ اور اصلاح باطن کا نام ہے طریقت کے حقوق پورے کرنے سے دل سے پردے اور حجابات دور ہوجاتے ہیں، اور دل حقایق کے نور سے منوّر ہوجاتا ہے اور اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ کا مصداق بن کر راہ صفا میں آجاتا ہے"

بری خصلتوں اور مذموم صفتوں سے دل کو پاک کرنے کا نام طریقت ہے
مثلاً کپڑے کو احکام شرعیہ کے مطابق پاک کرنے کا نام شریعت ہے
اور دل کو مذموم اوصاف سے محفوظ رکھنے کا نام طریقت ہے۔ اسی طرح
نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شریعت ہے، اور دل کو رب العالمین
کی طرف متوجہ کرنا طریقت ہے۔
انبیاء کرام علیہم السلام بندگان خدا کو بالذات احکام
شرعیہ کی طرف رہبری فرماتے ہیں، اور خود اپنی فطرت سلیمہ کی وجہ سے
شریعت و طریقت کے جامع ہوتے ہیں پس اس تحقیق کی رو سے
طریقت تہذیب الاخلاق کا نام ہے لہٰذا وہ شخص بڑا نا اہل ہے کہ جو
شریعت سے بے پرواہ ہو جائے یا طریقت کا منکر ہو یا ان دونوں میں
تضاد و تباین پیدا کرنے کی ناجائز کوشش کرے۔ در حقیقت طریقت
کو اختیار کرنے سے آدمی عوام کے درجہ سے نکل کر خواص کے درجہ
میں داخل ہو جاتا ہے، اور رفتہ رفتہ بقدر صفائے باطن حقیقت پر نظر
رکھنے لگتا ہے ــــ اس کا فائدہ یہ ہے کہ شریعت و طریقت اور حقیقت
کے مجموعہ سے ایمان میں کمال اور اعتقاد میں پختگی آجاتی ہے۔ اس کی
مثال یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح آدمی تین چیزوں کا نام ہے۔ نفس، دل،
اور روح۔ نفس کے لئے شریعت ہے۔ دل کے لئے طریقت ہے، اور
روح کے لئے حقیقت ہے۔ مگر روح کی اصلی حقیقت بہت کم لوگ

منکشف ہو گئی ہے۔ لہٰذا حقیقت کے متعلق تفصیل کے ساتھ بیان نہیں ہو سکتا۔ ہاں سوال ہے طریقت کا تو اگر کوئی شخص سچے طور پر اس بات کا خواہشمند ہے کہ اُس پر طریقت کا راستہ کھل جائے تو اس کے لیے شریعت محمدی ﷺ کی پابندی ناگزیر ہے، اور شرعی احکام کی پابندی اس پر فرض عین ہے۔

اسرار المعانی" میں لکھا ہے کہ :- "شریعت حکم اقوال مصطفیٰ است و طریقت افعال وی و حقیقت احوال وی"۔ یعنی آں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے احکام شرعیہ کی پابندی کرنے کا نام شریعت ہے۔ آپ کے افعال کا نام طریقت ہے، اور آپ کے احوال کو حقیقت کہتے ہیں۔

لہٰذا جو سعادت مند پورے طور پر اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم سے سرفراز ہو جائے تو وہ سرور میں شریعت و طریقت اور حقیقت کے انوار سے خود بخود منور ہو جائے گا۔ اور کمال اطاعت کے بغیر کسی صحیح مقصد تک پہنچنا خارج از امکان ہے۔

محال است سعدی راہِ صفا • تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ

اسی عظیم مقصد کو بعض عرفاء نے اِن ابیات میں اس طرح ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ :-

[illegible]

کہ یہ بات محال ہے کہ شریعت و طریقت کی پابندی کے بغیر حقیقت کا راستہ کسی پر منکشف ہو جائے کیونکہ ؎

طریقت بے شریعت نیست واصل | حقیقت بے طریقت نیست حاصل
بیک دیگر تعلق ہر سہ دارند | کسی شان تفرقہ کردن نیارند
اگر تو در شریعت کامل آئی | طریقت را ضرورت شامل آئی
تمام آئی اگر اندر طریقت | نمایاں گردد بتو نور حقیقت

یعنی شریعت کی پیروی کے بغیر طریقت حاصل نہیں ہو سکتی اور حقیقت کا حاصل ہونا طریقت میں کمال کئے بغیر ممکن نہیں یہ تینوں شریعت، طریقت اور حقیقت باہم تسبیح کے دانوں کی طرح مربوط ہیں، ان میں تفرقہ، تضاد اور دوئی پیدا کرنا بڑی بددیانتی اور زندیقی ہے. فرماتے ہیں کہ جو نیک بخت شریعت میں کامل ہو گا وہ طریقت میں ضرور شامل ہو گا اور جو طریقت میں کمال رکھتا ہو تو وہ خود بخود حقیقت کے انوار سے منور اور معمور ہو گا — شریعت و طریقت میں تفرقہ اور تضاد پیدا کرنے والوں کو ناصحین نے کیا خوب نصیحت کی فرماتے ہیں

طریقت بے شریعت راست ناید | حقیقت بے طریقت کے کشاید
شریعت در نماز و روزہ بودن | طریقت در جہاد اندر فزودن
حقیقت روی دل والہ کردن | نظر اندر جمال یار کردن

شریعت کی پابندی کے بغیر طریقت کا حاصل ہونا ناممکن ہے اور طریقت کی پابندی کے بغیر حقیقت سے لطف اندوز ہونا محال ہے۔ شریعت یہ ہے کہ مسلمان روزہ، نماز، زکوٰۃ اور حج کا پابند رہے۔ اور طریقت یہ ہے کہ اس کا نفس مجاہدہ اور محاسبہ کی فکر میں ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے جمال جہاں آرا میں غوطہ زن ہو جائے اور اس کے صفات جمالی و جلالی سے بہرہ ور ہو جائے۔ صاحب گلشن راز نے اس مضمون کی وضاحت اس طرح کی ہے۔

کسے مرد تمام ست کز تمامی | کند با خواجگی کار غلامی
شریعت را شعار خویش سازد | طریقت را دثار خویش سازد
حقیقت را مقام ذات او دان | شدہ جامع بیان کفر و ایمان

یعنی اگر فی الواقع بندۂ خدا اور سالک راہ معرفت بننا چاہتے ہو تو اپنا ظاہر و باطن درست کرو، وہ درست اور ٹھیک اسی صورت میں ہوگا جب کہ تم شریعت کو ظاہری لباس اور طریقت کو اندرونی لباس کی طرح عمل میں لاؤ گے، اور حقیقت واحد القہار کی ذات بابرکات ہے۔ کفر و ایمان میں یہی فرق کافی ہے مثل مشہور ہے۔ "در خانہ اگر کس است یک حرف بس است" یعنی کہ گھر میں اگر کوئی ذات ہے تو ایک ہی اشارہ اس کے لئے کافی ہے
شیخ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاشانی رحمہ اللہ نے اپنی

کتاب "عقیدۂ شیخ" میں لکھا ہے:۔ المؤمنُ وان عَلَت درجتہ وارتفعت منزلتُہٗ وصار من جُملۃ الاولیاء لا تسقط عنہ العبادات المروضۃُ فی القراٰنَ من الصّلوٰۃ والزکوٰۃ والصوم وغیرھا ومن زعم انّ من صار ولیاً وَوصل الی الحقیقۃ سقطت عنہ الشریعۃ فھو مُلحدٌ لم تسقط العبادۃ عن الانبیاء تسقطُ عن الاولیاء لانّ وجوب العبادۃ لحقّ العبودیۃ ولحق شکر نعمۃ والولیُّ بالولایۃ لم تخرُج عن حدِّ العُبودیۃ ولا عن کونہ مُنعماً علیہ لقد صحّ ان رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عبدحتی تورمت قدماہُ فقیل لہٗ اولم یغفر اللّٰہ لک ما تقدّم من ذنبک وما تاخّر قال افلا اکون عبداً شکوراً۔

ترجمہ:۔ رئیس الاولیا کاشانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن کا درجہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اور خواہ وہ درجۂ ولایت بھی پائے تو پھر بھی اس سے وہ عبادات ساقط اور معاف نہیں ہو سکتیں جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ" اور فرماتے ہیں جو شخص اپنے متعلق یہ خیال کر بیٹھے کہ وہ ولی اور دوست خدا بن گیا، اور حقیقت تک پہنچ گیا۔ لہٰذا اس سے شریعت کے احکام ساقط اور معاف ہو گئے۔ تو ایسا شخص ملحد اور بے دین ہے

اور لے اسلام کے ساتھ کوئی سروکار نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت اور شریعت کی پابندی انبیاء کرام سے ساقط یا معاف نہیں ہوئی۔ اور پھر اولیاء اللہ پابندی احکام شرع کیسے ساقط ہوگی۔"

اور فرماتے ہیں کہ "ایک نبی تو سینکڑوں ولیوں سے افضل اور بہتر ہوتا ہے کیونکہ عبادت کا وجوب حق عبودیت ادا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور عبادت کی فرضیت اس لئے بھی ہے کہ مولائے کریم کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا جائے۔ ولی اور دوست خدا ولایت کی وجہ سے نہ تو بندگی کے حق سے باہر ہو جاتا ہے، اور نہ وہ حق نعمت ادا کرنے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ آنحضور صلعم شبانہ اس قدر لمبی نمازیں پڑھتے تھے کہ آپ صلعم کے پائے مبارک سوج جاتے تھے۔ آپ صلعم کی یہ تکلیف دیکھ کر صحابہ کرام عرض پرداز ہوتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی مغفرت اور امتیازی شان سے نوازا ہے تو پھر اتنی سخت عبادت آپ کیوں فرماتے ہیں کہ آپ کے پاؤں بھی پھول گئے؟ آپ صلعم جواب دیتے تھے کہ "تو کیا میں مولائے کریم کی نعمتوں کا حق ادا نہ کروں، اور کیا میں اپنے خالق و محسن حقیقی کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟" اسی جواب کی طرف کسی رمز شناس نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

زندگی مقصود بہر بندگی — زندگی بے بندگی شرمندگی

رسالہ قشیریہ میں شریعت و حقیقت میں اس طرح فرق کیا گیا ہے:۔

الشریعۃ التزام العبودیۃ والحقیقۃ مشاھدۃ الربوبیۃ

وکلّ شریعۃ غیر مؤیّدۃ بالحقیقۃ فغیر مقبول
وکل حقیقۃ غیر مقیدۃ بالشریعۃ فغیر محصول
والشریعۃ ان تعبدہ والحقیقۃ ان تشہدہ والشریعۃ
قیامہا امرو الحقیقۃ شہود لما قضی وقدر و
اخفی واظہر

ترجمہ: شریعت، عبدیت اور بندگی بجا لانے کا نام ہے حقیقت اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا دل کی گہرائیوں سے مشاہدہ کرنے کا طریقہ ہے جو شریعت حقیقت سے مؤیّد نہ ہو، وہ غیر مقبول ہے اور جو حقیقت شریعت سے آراستہ نہ ہو وہ بے حاصل اور لایعنی ہے۔ شریعت یہ ہے کہ خدا کی بندگی کی جائے حقیقت یہ ہے کہ ممکنات اور مخلوقات پر غور و فکر کیا جائے۔ شریعت احکام کی تعمیل اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی ظاہری اور مخفی مصلحتوں اور مہربانیوں کا پتہ لگایا جائے۔

"نور وحدت" میں لکھا ہے کہ "شریعت عبارت از فعلی چند و ترکی چند است کہ آنرا در کتب فقہی بیان کردہ اند و طریقت عبارت از تہذیب الاخلاق ہست یعنی تبدیل اوصاف ذمیمہ باوصاف حمیدہ کہ آنرا سفر در وطن نیز گویند و تعبیر بسلوک ہم می نمایند و آں در کتب مشائخ خصوصاً در کتب امام غزالیؒ بتفصیل مذکور است و بعضے از آداب و اشغال کہ مشائخ آنرا وضع کردہ اند داخل طریقت است۔ انتہیٰ

ترجمہ: شریعت چند احکام کا بجا لانا اور چند منہیات اور گناہوں سے بچنے اور

زندہ رہنے کا نام ہے۔ احکامِ شرعیہ کی مکمل تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اور طریقت تہذیب الاخلاق کا نام ہے۔ تہذیب الاخلاق سے مراد یہ ہے کہ نفس کی بری صفتوں کو اچھی صفتوں سے تبدیل کیا جائے۔ اس نفسانی اصلاح کو "سیر و روش" اور کبھی "علم سلوک" سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی تشریح فقہ کی کتابوں میں نہیں بلکہ مشایخ کی کتابوں میں کی جاتی ہے۔ خاص کر حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے کتاب احیاء علوم الدین اور کیمیاءِ سعادت میں خوب اس کی تفصیل و تشریح کی ہے۔ بعض آدابِ اشتغال جو مشایخ کرام نے وضع کئے ہیں یہ طریقت میں داخل ہیں جیسے ضمناً یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ بعض اذکار و اوراد کا جو رواج ہماری مسجدوں اور خانقاہوں میں پایا جاتا ہے ان کو مشایخ کرام رحمہم اللہ نے مقرر رکھا ہے وہ رواج طریقت میں داخل ہے کیونکہ وہ تزکیۂ باطن کے لئے بہترین روحانی علاج ہیں۔ اور مشایخ نے قرآن و حدیث سے ہی ان کا استنباط و استخراج کیا ہے مگر نہ وہ فرض اور واجب بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا ایسے مسائل و اذکار کو بدعت اور بیجا قرار دینا نہایت نامناسب ہے۔ بلکہ طریقہ اعتدال قائم رکھ کر ان برگزیدہ حضرات کا شکرگذار ہونا چاہئے، اور ایسے اذکار و اشتغال پر بدعت اور احداث فی الدین کا اطلاق کرنا کسی طرح درست نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں پر مخفی نہیں ہے کہ جو بدعت کی صحیح تعریف سے واقف ہیں۔ بہرحال یہ بات توضمناً آ گئی تھی، اصل میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو لوگ شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت میں تضاد و تباین ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہیں، اور دوسرے بندگانِ خدا کو بھی گمراہ کر رہے ہیں لہٰذا ہر ایک مسلمان کے لئے خواہ وہ کیسے ہی اونچے درجے کا مالک کیوں نہ ہو،

شریعت کی پابندی ضروری اور لازمی ھے۔ اور مذکورہ چیزوں میں تفریق کرنے والا صراط مستقیم سے بہت دُور ھے۔ اور اولیاء اللہ کو جو قرب واصطفاء دربار الٰہی میں ملا ھے وہ محض اتباع شریعت سے ملا ھے اور اسی حقیقت واضحہ کی طرف حضرت بابا داؤد مشکواتی رحمۃ اللہ اسرار الابرار میں حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ در میں معاملات بطریق اویسیہ تربیت یافتہ بود کہ جامع شریعت و طریقت و حقیقت و علم علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین را عبور کردہ و بداں متصف گشتہ کمال ایشاں در شریعت و طریقت و حقیقت تمام است کہ ہر کہ قبول کند آنچہ پیغمبر صلعم فرمودہ او از اہل شریعت است و ہر کہ در عمل آرد آنچہ پیغمبر صلعم آوردہ است از اہل طریقت است و ھر کہ مشاہدہ کند آنچہ پیغمبر صلعم دیدہ است او از اہل حقیقت ازیں جہت گفتہ اند کہ شریعت قول پیغمبر صلعم و طریقت فعل پیغمبر صلعم است و حقیقت حال پیغمبر صلعم است۔ و مثال علوم ثلثہ آں است کہ چوں کسی چشم بپوشاند علم وی بوجود آتش بدلالت حرارت بروے علم الیقین است، و چوں چشم بکشاید و آتش را معاینہ کند عین الیقین است و چوں در آتش افتد و از خود ناچیز شود و صفت آتش پذیرد حق الیقین است۔ پس علم الیقین آنکہ کتب تصوف نزدیک بگذرانند و علوم التقوٰی آنکہ در خواب و مجاہدات مشاہدہ کنند

وحقایق معاینہ شود وحق الیقین آنکہ در عالم لاہوت و ہویت
غیب فانی اند یابد و در آن تحت جمیع تصرفات و رفعین ذات
مشہنحل گردد و آنجانہ علین باشد و نہ خبر۔ انتہیٰ

ترجمہ :۔ فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب العالم رح نے تمام احوال میں
اویسی طریقہ پر روحانی تربیت پائی تھی شریعت و طریقت اور حقیقت
میں جامع اور یگانہ روزگار تھے۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین
کے ماہر اور عالم ہی نہ تھے بلکہ آپ شریعت و طریقت اور حقیقت کے
علمبردار تھے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص پیغمبر صلعم کے اقوال شریفہ قبول
کرے اس کا شمار حاملین شریعت میں ہوتا ہے۔ جو شخص وہ چیزیں
عمل میں لائے جو پیغمبر صلعم نے عمل میں لائی ہیں وہ اہل طریقت میں محبوب
ہوگا، اور جو شخص مشاہدہ و معاینہ کریگا ان چیزوں کو جو پیغمبر صلعم نے
مشاہدہ کی ہیں وہ اہل حقیقت میں گنا جاتا ہے۔ اسی بنا پر علماء نے
قول پیغمبر صلعم کو شریعت، آپ کے افعال کو طریقت اور آپ کے حال کو
حقیقت کہا ہے۔ ان تینوں کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کوئی
شخص آنکھیں بند کرکے آگ کا علم گرمی محسوس کرکے کرتا ہے تو
اس کو یہ علم الیقین ہے اور پھر آنکھیں کھول کر آگ کا معاینہ کرے
تو یہ عین الیقین ہے۔ اور جب آگ میں گرفتار ہو جائے، اور آگ
کی صفت قبول کرے تو یہ حقیقت ہے۔ پس صوفیاء کرام کی کتابوں
[illegible]

اور خواب و بیداری یا ارادہ میں ان مضامین کی اصلی صورتوں اور ان کی حقیقتوں کو دیکھنا عین الیقین ہے۔ اور عالم لاہوت اور عالم ہویت و غیب میں ان کا پانا اور ادراک کرنا حق الیقین ہے مگر ایسے وقت میں بندہ کی تمام صفتیں عین ذات میں فنا ہو جاتی ہیں اور اس مقام پر پہنچ کر نہ عینیت رہتی ہے اور نہ غیریت اور اس مقام کو عبارت میں لانا ہمارے لئے بہت ہی مشکل ہے۔ اس لئے قطع کلام معاف فرمائیے

بہرحال ثابت ہو گیا کہ اہل طریقت صرف وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو شریعت کے تحت پابند ہوں گے۔ اور جو لوگ احکام شرع سے بے نیاز ہو کر طریقت اور حقیقت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ملحد ہیں۔ اور حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ان سے سخت ناراض ہیں۔ اس حقیقت کی طرف حضرت بابا داؤد خاکی رح نے اشارہ کر کے فرمایا :۔

والذین جاهدوا خوانده چو سعی و جهد کرد
حق نمودش راه لیس هادی بجبر و برشد ست

پس اگر حضرت محبوب العالم رح کی واقعی محبت ہے۔ یقیناً آپ کی محبت دینداری اور ایمان کی نشانی ہے تو آؤ دوستو حضرت محبوب العالم رح کی اتباع و پیروی کرو اور آپ کی اصلی سیرۃ و تعلیمات و ہدایات کا علم ہماری اس کتاب سے انشاءاللہ تعالیٰ حاصل ہوگا۔ یہی ہمارا اصل مقصد ہے۔

۲- تحقیق عالم مثال

عالم مثال ایک عالم ہے جو عالم شہادت اور عالم غیب کے درمیان ہے اس کو برزخ بھی کہتے ہیں قرآن وحدیث کے اشارات اور اہل کشف کی تصریحات سے اس کا وجود ثابت ہے. بعد مرگ تا قیامت اسی میں رہنا ہوتا ہے اور خواب میں بھی منکشف ہوتا ہے. بعض بزرگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم مقداری ہے مگر مادی نہیں. پس مقداری ہونے کے اعتبار سے وہ عالم اجسام کے مشابہ ہے، اور غیر مادی ہونے کے اعتبار سے عالم ارواح کے مشابہ ہے پس اجسام کہ مادہ ومقدار دونوں رکھتے ہیں. اور ارواح کہ مقدار ومادہ دونوں سے منزہ ہیں. یہ عالم اُن دونوں کے ایک ایک وصف میں مشابہت رکھتا ہے۔ [ماخوذ من التکشف عن مہمات التصوف]

تنبیہ[1] آیت فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی بھی مرنے کے بعد ارواح کے ملنے کی جگہ کی طرف لطیف اشارہ ہے.

۳- تحقیق عالم خلق اور عالم امر

اہل کشف اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مخلوقات کو ذی مادہ اور ذی مقدار پیدا کیا ہے ایسی مخلوقات کو وہ مادیات کہتے ہیں، اور تمام اجسام علویہ وسفلیہ از قبیلہ مادیات ہیں

---

[1] مومن کو دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے قدرت کی طرف سے یہ بشارت ملتی ہے. واپس آ میرے بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو

اور اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات کو بے مادہ اور بے مقدار پیدا کیا ھے ان کو مجرّدات کہتے ہیں، ارواح انسانیہ اور دیگر لطائف قلب جیسے سر خفی، اخفیٰ از قبیلۂ مجرّدات ہیں۔ پس علما کی یہ اصطلاح ٹھہری کہ وہ مادیات کو عالم خلق اور مجرّدات کو عالم امر کہتے ہیں اور عالم مثال ان دونوں کے درمیان ھے یعنی غیر مادی ہونے میں عالم امر کے مشابہ ھے اور مقداری ہونے میں عالم خلق سے ملتا جلتا ہے۔

۴ ــــ دربارِ الٰہی میں مقبول اور نامقبول ہونیکی علامت

عَنْ اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہ اذا اَحَبَّ عَبدًا دعا جبریل فقال انی اُحِبُّ فلانًا فاحبہ قال فیحبُّہٗ جبریل ثُمَّ ینادی فی السَّماء فیقولُ اِنَّ اللّٰہ یحبّ فلانًا فاحبّوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہٗ القبول فی الارض و اذا ابغض عبدًا دعا جبریل فیقولُ انی ابغض فلانًا فابغضہ قال فیبغضُہٗ جبریل ثم ینادی فی اھل السماء انّ اللّٰہ یبغض فلانًا فابغضوہ قال فیبغضونہ ثُمَّ یوضع لہٗ البغضاءُ فی الارض ــ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔ حضرتِ ابوہریرہ رضی روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلعم نے

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو محبوب بناتے ہیں تو حضرت جبریل امین کو بلا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم فلاں شخص سے محبت رکھتے ہیں۔ تم بھی اُن سے محبت رکھو پھر جبریل امین ؑ ان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اسکے بعد جبریل امین ؑ آسمان میں آواز دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت رکھتے ہیں تم سب اس سے محبت رکھو، تو آسمان کے رہنے والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اہل زمین میں اسکی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کا بغض رکھتے ہیں تو جبریل امین ؑ کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں تم بھی اس سے بغض رکھو، پھر جبریل امین اس سے بغض رکھتے ہیں اور آسمان میں آواز دیتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے تم سب اس کا بغض رکھو تو سارے آسمان کے فرشتے اس سے بغض رکھتے ہیں پھر زمین کے لوگوں میں اس کی مبغوضیت اور نامقبولیت پیدا ہوتی ہے۔

اس حدیث مبارک میں اولیاء رحمٰن کی غیر اولیاء رحمٰن سے ایک علامت مذکور ہے۔ لوگ جب کسی دنیوی فائدہ اور مادی منفعت کے بغیر کسی نیک اور دیندار شخص سے گمانِ نیک کرلیں گے تو ایسے شخص کے مقبول اور محبوب خدا ہونے کی نشانی ہے۔ اسی طرح جب اکثر لوگ بلا کسی اندیشہ نفع و ضرر کے کسی سے نفرت اور اظہار ناپسندیدگی کریں گے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ شخص بمذرشہ گدرر رحمٰن کے دربار میں غیر مقبول اور ناپسند ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی

چاہیئے کہ محبت اور نفرت کرنے والے خود نیک سیرت ہوں اور یہ کہ محبت و نفرت صرف برائے خدا ہو۔ چونکہ حضرتِ سُلطان العارفین شیخ حمزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بہت ہی زیادہ مقبول تھے۔ اس لئے شروع ہی سے آپکے لقب محبوب العالم ہوا۔ رضی اللہ عنہ، اور جو دوستی کسی احسان یا رشتہ داری یا دنیوی منفعت، مصلحت یا اور کسی غرض سے ہو وہ دوستی اور محبت معتبر نہیں اسی طرح جو لوگ کسی کی ذاتی عداوت و خبث و خباثت سے نفرت کرتے ہیں۔ اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح جو لوگ کسی شخص سے اندھا دھند محبت یا نفرت کرتے ہیں شریعت میں اس محبت و عداوت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ ان کو اس کی بازپرس ہوگا۔

۵ — اولیاء اللہ اور ترکِ لذّات

بعض دوستانِ خدا قوت بہیمیہ کے شر اور بُرے اثرات سے بچنے کے لئے کچھ مباح اور جائز چیزوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ یعنی وہ ان چیزوں کا ترک حرام سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ ان کو اندیشہ اور خطرہ رہتا ہے کہ ان چیزوں کے کھانے یا استعمال کرنے سے نفس امارہ کی خواہشات ان پر کہیں غالب نہ آجائیں۔ تو یہ دیکھ کر کچھ اہل ظاہر ان پر ترک سنت اور کئی اور قسم کے الزامات تراشتے ہیں۔ مگر از روئے دیانت ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں اور ہیچ قسم کے دوستانِ خدا اولیاء اللہ پر شرعاً کوئی اعتراض نہیں بلکہ اعتراض کرنے والوں پر بھی زبردست اعتراض ہوتا ہے۔ کہ وہ مباح اور امر جائز کو وجوب کا درجہ دیتے ہیں۔

اسی طرح اولیاء اللہ سے محبت رکھنے والوں پر بھی فرض ہے کہ وہ اس قسم کے دوستانِ خدا کے مقصد کو اچھی طرح سمجھیں اور خود شریعت

و طریقت سے کوسوں دور ہو کر افراط و تفریط میں مبتلا نہ ہوں۔
اس سلسلے میں مندرجہ ذیل دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیں :-

عن عطیۃ السعدی رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یبلغ العبد حقیقۃ التقوی حتی یدع ما لا باس بہ

ترجمہ :- عطیہ سعدی رض سے روایت ہے کہ حضرت آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بندہ اس وقت تک تقوی کی حقیقت و اصلیت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ مشروع اور جائز چیزوں کو بھی اس اندیشہ سے نہ چھوڑ دے کہ کہیں وہ غیر مشروع اور ناجائز چیزوں میں گرفتار نہ ہو جائے۔

اس حدیث میں اس ترک کا مسنون ہونا ثابت ہے جب کہ مقصد یہ ہو کہ ان کے تناول سے قوت بہیمیہ ہونے کا باعث نہ ہو جائے جیسا کہ فرمایا حتی یدع ما لا باس بہ یہاں تک کہ وہ مشروع چیزیں چھوڑ بیٹھے۔

۲۔ عن عیسیٰ بن واقد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کانت سنۃ ثمانین ومائۃ فقد احللت العزبۃ والترھب فی رؤس الجبال

حضرت عیسیٰ بن واقد سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جب سنہ ۱۸۰ آجائے تو اس وقت ترک نکاح اور ترک تعلقات کر کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر خواہش مندوں کو رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔
پس آج یا برگزیں نے فتنوں اور فسادوں سے بچنے کے لئے گوشہ نشینی

لِيُبَيِّنَ لَكُمْ ... عَلَيْكُمْ ... الْخَيْرِ الْحَدِيثَ

سے بھی زیرِ بحث مسئلہ کی جوازیت ثابت ہوتی ہے

٦۔ جسمِ مثالی کے معانی و مطلب

کہ یہ لفظ عام طور پر حضرات صوفیہ کے کلام میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اہلِ کشف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں۔ ایک جسم عنصری کہ دنیا میں رہتا ہے، اور آخرت میں بھی محشور ہو جائے گا، اور اسی پر سب ثواب و عذاب ہوگا۔ دوسرا جسم مثالی کہ عالم مثال میں رہتا ہے اور یہ خواب میں نظر آتا ہے، اور روحِ حقیقی جو من امرِ ربی ہے، نہ روحِ طبی کہ اس کا تعلق صرف جسم عنصری سے ہے) دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے۔ جاگنے کی حالت میں اس کی توجہ جسم عنصری کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور سونے کی حالت میں اس کی توجہ زیادہ جسم مثالی کی طرف ہو جاتی ہے۔ پس روح کا بدن سے نکلنا اور عالم مثال میں جانا اس سے مراد ہے کہ جسم عنصری سے تعلق ضعیف ہو کر جسم مثالی سے تعلق بڑھ جاتا ہے، اور عالم مثال سے بدن میں اس کا آنا اس سے یہی مراد ہے کہ جسم مثالی سے تعلق ضعیف ہو کر جسم عنصری سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ (التکشف عن مہمات التصوف)

٧۔ علم ظاہر اور علم باطن میں کونسا علم زیادہ بہتر و افضل ہے

شریعت ظاہر و باطن کی اصلاح کے طریقہ کے جاننے کا نام ہے۔ علم اصلاح ظاہر کو فقہ کہتے ہیں اور علم اصلاح باطن کو تصوف و علم باطن کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے علم تصوف شریعت کا ایک جزو ہے تو جزو کل سے کس طرح بڑھ جائے گا؟

پس ہر حال میں علم شریعت بوجہ کل ہونے کے علم حقیقت سے افضل ہے۔ رہا حضرت خضر علیہ السلام کا وہ علم جس سے انہوں نے حضرت موسیٰ ؑ کو باخبر کیا۔ اس کا تعلق تصوف اور اصلاح باطن سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق امورِ تکوینیہ سے ہے اور پھر بعض علماء کے نزدیک حضرت خضر ؑ بھی تو پیغمبر تھے۔ جن کو مخصوص چیزوں خاص کر امورِ تکوینیہ کا علم عطا کیا گیا تھا۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ معاذ اللہ موسیٰ علیہ السّلام بھی اصلاح باطن کے محتاج تھے تو اس قسم کا اعتقاد فاسد اور خلاف شرع ہے کیونکہ اس اعتقاد سے ایک عظیم الشان اور رفیع القدر پیغمبر کا غیر کامل ہونا لازم آتا ہے۔ فافہم فانہ عیسر جدًا

۸۔ امکان طے مکان:۔ حضرات صوفیہ کے کلام میں طے ارض اور طے مکان کے الفاظ اور واقعات پائے جاتے ہیں جس سے بعض ظاہر بین انکار کرتے ہیں۔ اس لیئے آپ پہلے امکان طے مکان کے معنی سمجھیں، وہ یہ ہے کہ زمانۂ قلیل اور تھوڑے سے وقت میں مسافت بعیدہ اور لمبی مسافت قطع کرنے کا نام طے ارض یا طے مکان ہے۔ یہ ممکن ہے اور از روئے شریعت اس میں کسی قسم کا استحالہ اور امتناع نہیں ہے بلکہ اس کے ممکن اور واقع ہونے میں قرآن وسنت سے ثبوت ملتا ہے۔

جیسا کہ امام مالک آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دعا اس طرح نقل کرتے ہیں کہ آپ صؐ نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَزْوِلَنَا الارض اے اللہ ہمارے لیئے زمین کو لپیٹ دے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر طے ارض ممکن نہ ہوتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلّم اس کی دعا نہ فرماتے کیونکہ آپؐ امرِ محال کی دُعا نہ کرتے تھے۔

اسی طرح سورہ نمل کی یہ آیت قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ

ایک قوی ہیکل جنّ نے عرض کی میں تختِ بلقیس حاضر کردوں گا اس سے پہلے کہ آپ اپنی مجلس برخاست کریں۔ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں، اور امانتدار ہوں۔ ظاہر ہے کہ بیت المقدس سے بلقیس کے جائے تخت تک ڈیڑھ ہزار میل کا فاصلہ تھا۔ حضرت سلیمان عؑ کی مجلس زیادہ سے زیادہ تین چار گھنٹے کی رہتی ہوگی۔ پھر جب اتنی دور مسافت چند گنے چنے گھنٹوں میں طے کرنا قرآن مجید کے مطابق جائز اور درست ہے تو اس کے انکار کے کوئی معنی نہیں ہے۔ ہاں اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرانِ مجید سے طے ارض کا ثبوت جنوں کے لئے ملتا ہے، آدمیوں کے لئے نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام مخلوقات میں سے کامل ترین مخلوق نوعِ انسانی ہے، اور جنّ انسان کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس جب جنّ جوکہ آدمی کے مقابلے میں فردِ ادون واخس ہے تو فردِ اکمل و افضل کے لئے بطریق اولیٰ طے ارض ثابت ہوگا۔ اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:۔ قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ

اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں تختِ بلقیس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے ہی آپ کے پاس لائے دیتا ہوں۔ یہ شخص تو بالاتفاق انسان تھا، پھر انکار کے کوئی معنی نہیں رہتے۔

۹۔ جذبہ اور مجذوب کے معنی:- بغیر باطنی احوال کے مجاہدہ اور اکتساب کے حاصل ہونے کو جذبہ کہتے ہیں۔ اور جس شخص میں اس قسم کی کیفیت پائی جائے اسے مجذوب کہتے ہیں۔ اس کی بات خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو، دوسرے کے لئے حجت اور دلیل نہیں بن سکتی۔

۱۰۔ تصور شیخ کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب حضرات صوفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ مرید کے دل میں اپنے مرشد کی بہت زیادہ محبت ہو، اس محبت و اعتقاد کی وجہ سے مرید اپنے مرشد کے بہت زیادہ قریب اور نزدیک ہوگا۔ مرشد شہود ثانی کا حامل ہو تو ان کی خصوصی توجہ سے مختصر وقت میں مرید بھی وہ مقام حاصل کر لیتا ہے جو سال ہا سال کی مدت میں حاصل نہیں ہوتا۔ آیت بلند پایہ کونوا مع الصادقین (سچوں کے ساتھ رہو) اسی مرشد کامل کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل میں مذکور ہے۔

۱۱۔ مرشد کامل کی علامت:- یہ ہے کہ مقام مشاہدہ اور نورانی تجلیات ذاتیہ سے سرفراز ہوا ہو، جس کے دیکھنے سے یاد خدا کرنے میں تقویت اور مدد مل جائے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے **فہم الذین اذا رؤا ذکر اللہ** کہ اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جن کے دیکھنے سے خدا یاد پڑتا ہے۔ اور وہ ہیں کہ جن کی صحبت اور ساتھ رہنا مصاحب کے لئے تریاق اکبر ہو جیسا کہ فرمایا **ھم جلساء اللہ** کہ اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کے جلیس اور ہم نشین ہیں۔ اور فرمایا **ھم قوم لایشقی جلیسھم** یعنی اولیاء اللہ ایسے لوگ ہیں ان کے ساتھ بیٹھنے والے محروم اور بدبخت نہیں ہوتے۔



رباعی

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت
وز تو نہ رمید صحبت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزان می باش
ورنہ نکند روح عزیزان بحلت

افسوس ہے کچھ لوگ پاگلوں، دیوانوں، حواس باختوں، شریعت کے خلاف چلنے والوں اور نماز و روزہ کے منکروں کو اولیاء اللہ قرار دیتے ہیں اور کچھ لوگ ذاتی بغض و عداوت کی بنا پر اولیاء اللہ کی صحبت اور مرشدوں کی رہبری و راہنمائی کے بالکل انکاری ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ سخت غلطی پر ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھے راستہ پر لگائے۔

۱۲- مرشد کامل کے لئے ضروری ہے: کہ وہ علم دین سے بقدر ضرورت واقف ہو۔ باخدا انسانوں کی صحبت میں کافی وقت گذارا ہو۔ عقلمند اور اہل علم بھی ان سے استفادہ کرتے ہوں۔ اور یہ کہ مرشد خلاف شرع کام نہ کرتا ہو۔ اور سب سے بڑھ کر اس میں یہ خصوصیت ہے کہ اصلاح قلب کے طریقہ سے واقف ہو۔ اس کا بہت افسوس ہے کہ عصر حاضر کے لوگ گداگروں، خانہ بدوشوں اور مرشدان دین حق کے درمیان فرق کرنے کا سلیقہ نہیں رکھتے۔ اسی بنیادی غلطی نے طریقت کے نام و ناموس کو ختم کیا۔ آخر سوچنے کی بات ہے کہ جس شخص کا رب العالمین پر اتنا بھروسہ اور اعتماد نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کا گھر چھوڑ کر دوسروں کے گھر گھر اور در در پھرے تو بھلا ایسا شخص دوسرے شخص کی خاک رہبری کر سکتا ہے۔ "آنکس کہ خود گم است کرا رہبری کند"

۱۳- مرشد کی ضرورت: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث ہوتے ہوئے مرشد کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ دینی تعلیمات سے اصلاح

ظاہر و باطن مقصود ہے، اور اصلاح ظاہر کے لئے علم فقہ ہے جس میں تفصیل کے ساتھ ان تمام امور کا بیان ہے جو انسان کو روزمرہ زندگی میں پیش آسکتے ہیں۔ اور شریعت میں اصلاح باطن کا طریق کار بھی صراحتہً و اشارۃً مذکور ہے۔ مگر خود اپنے نفس کا علاج کرنا ممکن نہیں، کیونکہ نفس امارہ آدمی کو اس کی خباثت بھی اچھی صورت میں دکھاتا ہے، اور یکی روٹی بڑھ کر یہی نفس امارہ آدمی کو اولیاء اللہ اور دوستان خدا پر اچھی صورت اور اچھے نام پر حملہ کراتا ہے۔ اور ان کو برا بھلا کہلواتا ہے۔ پھر بھی وہ اپنے آپ کو تقدس مآب سمجھتا ہے۔ اس لئے نفس امارہ کی اصلاح کے لئے بھی اسی طرح رہبر کامل کی ضرورت ہے۔ جس طرح علم ظاہری پڑھنے اور حاصل کرنے کے لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی ڈاکٹر خود کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو لیکن اپنی اصلاح اور اپنی صحت کے لئے پھر بھی وہ کسی وقت دوسرے قابل ڈاکٹر کی تلاش کرتا ہے وہ ڈاکٹر جو کچھ کہے گا تو اسی علم کے مطابق کہے گا جس پر طالب و مطلوب دونوں کا اعتقاد ہو، اسی طرح پیر کامل جو کچھ اپنے مرید کو اصلاح قلب و ترقی احوال بتاتا ہے وہ قرآن و سنت کا ہی نسخہ ہوتا ہے۔ پس صحیح پیری مریدی بھی قرآن و حدیث کی زندہ جاوید روح ہے، اور اس کی طلب نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:ے

سال ہا بردم ز پیر و با نہا
سال ہا چہ بود ہزاران سال ہا

ایں سخن پایاں ندارد ای عمو * داستان آں وقوقی باز گو!

[اس اختصار کی تفصیل کتاب کے اندر جابجا ملاحظہ فرمائیے]

باب اوّل

حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومی و محبوبی قدس اللہ سرہ

کا

نسب نامہ اور آپ کے معزز خاندان کا مختصر تعارف

الشیخ حمزہ ابن عثمان رینہ ابن زینی رینہ ابن جہانگیر رینہ ابن دولت رینہ ابن ابدال رینہ ابن احمد رینہ ابن راون رینہ ابن رام چندر ابن سنگرام چندر ابن بلاو چندر ابن سلچندر ابن سوسرم چندر

اس امر پر تقریباً مورخین کا اتفاق ہے کہ قدیم ہندوستان پر دو ہی خاندانوں کا تسلط اور راج تھا۔ ایک خاندان کو "سورج بنسی" اور دوسرے خاندان کو "چندر بنسی" کہا جاتا تھا۔ اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ اظہار برتری کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ قدیم زمانہ کے لوگوں کو کائنات میں سب سے بلند سورج اور چاند نظر آتا تھا۔ اس واسطے خاندانوں کی نسبت ان دو اجرام فلکی کی طرف کی جاتی تھی۔ غرض یہ ہے کہ سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کے راجے اسلام کے غلبہ اور عام ہونے تک شمالی ہند میں حکمرانی کرتے۔ اس لئے ان کی رفعت و عظمت اور خاندانی شان و شوکت مسلم ہے۔ اس لئے ہمیں اس مختصر رسالہ میں اس سلسلہ میں مزید تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس خاندان کی آمد کشمیر میں کب ہوئی اور کیونکر ہوئی۔ اس سوال کا جواب اسرار الاخبار میں یوں دیا گیا ہے کہ چندر بنسی خاندان کے راجوں میں سے ایک راجہ بلچندر نام کا سنہ ۵۲۶ھ میں نگر کوٹ کانگڑہ کا حاکم تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا سورن چندر گدی پر بیٹھا۔ تخت نشینی کے کچھ عرصہ بعد ہی اس کو چچیرے بھائیوں کے ہاتھوں سے شکست اٹھانی پڑی، وہ بھاگ کر کشمیر آیا۔ اس زمانہ میں راجہ جیسنگھ کشمیر کا راجہ تھا۔ اس نے سورن چندر کو دوستی اور خاندانی رعایت سے کشمیر میں پناہ دی اور لار کا علاقہ جاگیر میں دیدیا، اور وزارت اور سپہ سالاری کے عہدے پر ممتاز کیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے اور پوتے سنہ ۷۲۵ھ تک یکے بعد دیگرے وزارت اور مدار المہامی کے معزز عہدے پر فائز رہے۔ اس سوال کے جواب کے بعد ایک اور اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ رح کے خاندان میں سب سے پہلے کون صاحب مشرف باسلام ہوئے، اور اس کا باعث کیا تھا۔ اس سوال کے جواب کے لئے ایک اہم تاریخی واقعہ کی طرف آپکی توجہات مبذول کرنا ضروری ہے وہ ذوالقدر خان ترکستانی کی داستان ہے جیسا کہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری مصنف "تاریخ واقعات کشمیر" میں اس کے متعلق صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں :-

دیگر مشکل ترین حادثات کہ بر کشمیر و مردم کشمیر در آن وقت نازل شد آمدن ذوالجو ست، واقعہ ذوالجو معروف بہ ذوالقدر خان مردم کشمیر چون کفران بسیار کردند از جادہ حیا۔ آدمیت قدم بیرون نہادند ناگہانی بقضای آسمانی روزی نمود ذوالجو نام ترکی از ولایت ترکستان از راہ بارہ مولہ با مقدار دوازدہ ہزار سوار

شمشیر زن کہ در سفاکی خون ریزی داد بلیاکی میداد مراد
فرقہ منسوبان ہلاکو خان بود - بیت

دیدار شان عقوبت و ادوار شان زفر الخ

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اہالیانِ کشمیر نے کفرانِ نعمت کیا اور
شرم و حیا کو بالکل رخصت کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر بطورِ
انتقام ایسا دشمن مسلط کیا جس کے شر و طغیان اور ھلاکت و بربادی
میں پوری قوم تباہ ہو گئی۔ وہ ذوالقدر خان ترکستانی (جو ہلاکو خان کی
ذریت سے تعلق رکھتا تھا، کا قیامت آسا حملہ تھا۔ اس نے ستر ہزار
مسلح افواج سے کشمیر پر ایسا حملہ کیا جس سے کشمیر کا سارا سیاسی نظام
درہم برہم ہوا، اور اکثر لوگوں نے شہر اور قصبات چھوڑ کر جنگلوں
اور کوہستانوں میں پناہ لی۔ اور دارالحکومت اور اس کے مضافات
ویران و تباہ ہوئے۔ ذوالقدر خان نے لوٹ مار کر کے جب کامیابی
سے واپس جانے کا ارادہ کیا تو ابھی گلمرگ کے فلک بوس پہاڑوں میں
ہی تھا کہ قہرِ الٰہی کی ایسی برفباری ہوئی جس کے نیچے ذوالجو اور اس کی
خونخوار فوج اس طرح دب گئی کہ اس کا نام و نشان بھی کسی کو دکھائی
نہ دیا۔

آں پیر لاشہ را کہ سپیر دند زیر خاک ۔ خاکش چناں بخورد کہ ازو استخواں نماند

اس خطرناک حملہ کی تفصیلات بتانا مقصود نہیں بلکہ صرف
یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ ذوالجو کے حملہ کے وقت کشمیر کے اربابِ
اقتدار میں سے جو لوگ یہاں سے بھاگ گئے تھے ان میں سے راجہ
سہدیو تو کشتواڑ بھاگ گیا تھا، اور اس کا وزیر رام چندر جو بلحاظِ
[illegible]

اور اس کی درندہ صفت فوج کا انجام یہاں کے لوگوں نے سنا تو بہت خوش ہوئے، اور جو لوگ ادھر اُدھر بھاگ گئے تھے وہ واپس آئے مگر جب شہر کی تباہی اور ویرانی کا حال دیکھا تو غم و اندوہ میں بزبان حال کہنے لگے۔ شعر ؎

كَاَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجُوْنِ اِلَى الصَّفَا
اَنِيْسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرٌ[۱]
بَلٰى نَحْنُ كُنَّا اَهْلَهَا فَاَبَادَ
صُرُوْفُ اللَّيَالِيْ وَالْحُدُوْثُ الزَّوَاجِرُ

بہر حال رام چندر نے جو حضرت محبوب العالم رحمتہ اللہ علیہ کا آٹھواں دادا تھے۔ قلعہ کنگہ سے نکل کر کشمیر کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی کیونکہ یہ خود اور اس کے آباء کئی پشتوں سے یہاں مدار المہام تھے۔ ابھی کچھ مہینے گذرنے نہ پائے تھے کہ ریچن شاہ نے اس پر حملہ کیا۔ نتیجہ میں رام چندر اپنے سارے ساتھیوں سمیت مارا گیا۔ تبتی نژاد ریچن شاہ نے اپنا اقتدار مضبوط کرنے کے لئے رام چندر مذکور کی بیٹی کوٹہ رین کو اپنے حبالہ نکاح میں لایا، اور اس کے بیٹے راوان چندر کو رینہ کا خطاب دیا۔ اُس زمانہ میں رینہ مدار المہام کو کہتے تھے۔ اور اب راوان چندر کا نام راوان رینہ مشہور ہو گیا۔
اب اصل سوال کا جواب آپ کے ذہن میں آگیا ہوگا کہ حق تعالیٰ نے

[۱]۔ گویا کہ مقام حجون سے مقام صفا تک ہمارا کوئی دوست اور غمخوار نہ تھا، اور نہ کسی قصہ گو نے مکہ میں ہماری (مظلومیت کی) داستان سنائی تھی۔ ہاں ہم تو ان جگہوں کے رہنے والے تھے تو زمانہ کی دست و برد نے ہمیں تباہ اور برباد کر دیا۔

رینچن شاہ کے زمانہ ہی میں اس کی اور اہلیان کشمیر کی ہدایت و رہبری کے لیے حضرت بلبل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شہر خاص میں پہنچایا۔ اور آپ کے دستِ حق پرست پر رینچن شاہ اور اس کے اہل دربار مشرف باسلام ہوتے ہیں اور رینچن شاہ کا اسلامی لقب صدرالدین قرار پاتا ہے، اور اسی وقت راوان رینہ بھی اسلام کے دامن عفو و رحمت میں داخل ہوتا ہے۔ مگر مورخین کشمیر یہ بتانے سے خاموش ہیں کہ اس وقت راوان رینہ کا اسلامی نام کیا قرار پایا تھا۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف میں سب سے پہلے جو صاحب آغوش اسلام میں آئے وہ رامچندر کے بیٹے راوان چندر ہیں۔ اس وقت سے راوان رینہ کی اولاد سلاطین کشمیر کے خاندان میں پشت در پشت مدار المہامی اور وزارت کرتے رہے۔ چنانچہ ہمت رینہ برادر احمد رینہ سلطان زین العابدین بڈشاہ کے عہد میں نامور سپہ سالار تھا۔ اور خود احمد رینہ (المذکور فی الدائرہ) اس کا مدار المہام تھا۔ اور اس کا بیٹا جہانگیر رینہ حسن شاہ کے عہد میں حکومت کا کرتا دھرتا تھا جو بعد میں ملک احمد یتو کے ہاتھ سے بیہقی سیدوں کی جماعت کے ساتھ مارا گیا۔ اس کا بیٹا زیتی رینہ اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق اپنی پشتنی جاگیر تجر علاقہ زینہ گیر میں جا کر بسنے لگا۔ اس کا بیٹا عثمان رینہ بابا اسماعیل کے یاروں میں سے ایک فاضل، کامل روشن دل، صوفی منش صاحب حال و قال تھا، اور طریقت میں ایک عجیب و غریب شان رکھتا تھا۔ اور یہی بزرگوار ہمارے محبوب العالم سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ہیں ماشاء اللہ حضرت محبوب العالم رح نے بھی پادشاہی اور تاجداری

کی گروہ تاجداری ایسی ہے جس کی عزت و رفعت سدا بہار رہے گی

اس مختصر تفصیل سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوئی کہ جس طرح رینچن شاہ کے شاہی اثر و اقتدار سے کشمیر میں اسلام کا دامن سبز و شاداب ہوا اسی طرح اس کے وزیر راوان رینہ کے قبول اسلام سے بھی اللہ کا دین اس ملک میں پھلا پھولا اور بام عروج پر پہنچا اور اسی راون رینہ کے پوتوں میں سے حضرت شاہ محبوب العالم شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور یہیں سے یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ حضرت محبوب العالم رح کو سلسلہ سہروردیہ سے کیوں زیادہ رجحان اور خصوصیت رہی۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ آپ کے خاندان میں حضرت سید بلبل شاہ صاحب کے ذریعے اسلام پہنچا تھا۔ اور جناب بلبل صاحب علی التحقیق بالواسطہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور طالب با اختصاص تھے جیسا کہ تاریخ اعظمی کی اس عبارت سے عیاں اور ظاہر ہے:۔

"اکثرے از ارباب تواریخ آنجناب را منسوب بجناب حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والملۃ والدین قدس سرہٗ می کنند بلکہ منسوب آنحضرت می دانند"

کہ بہت سے مورخین حضرت بلبل شاہ صاحب رح کو حضرت شیخ شہاب الدین سے منسوب اور بعض مورخین نے آپکو شیخ الشیوخ کے مخصوص مریدوں میں شمار کیا ہے۔ چونکہ اس خاص مقام پر حضرت سید بلبل شاہ صاحب قدس سرہٗ کا ذکر خیر ہے اس لئے آپ کے حقوق و احسانات ملحوظ رکھ کر ضمناً ان کا مختصر ترجمہ مطابق تاریخ حسن بے کم و کاست ہدیہ قارئین کرتے ہیں بہت ممکن ہے کہ اس سے اس عظیم مبلغ اسلام کا کچھ حق ادا ہو سکے۔

سید شرف الدین قدس سرہٗ

سید شرف الدین نام جو بلبل شاہ صاحب کے لقب سے مشہور ہیں، اس ملک کے بہت مشہور اور بڑے خدا دوست گزرے ہیں۔ دینی اور دنیاوی، ظاہری اور باطنی علوم و فنون میں یگانۂ روزگار تھے۔ تمام عمر تنہائی، خلوت نشینی اور دنیا کی سیر و سیاحت میں گزاری۔ ان کے مرشد کے بارے میں اختلاف ہے۔ کئی مؤرخ لکھتے ہیں کہ ان کا مرشد حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ تھے۔ یہ بات قرینِ قیاس نہیں ہے کیونکہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے وقت سے حضرت بلبل شاہ صاحب کی وفات تک بیانوے برس ہوتے ہیں۔ مؤرخین کی ایک جماعت ان کو حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے رشتہ داروں اور مریدوں میں شمار کرتی ہے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی حضرت شیخ الشیوخ کے ساتھ نسبت رکھنے والوں میں سے ایک تھے۔ واللہ اعلم۔

مشہور یہ ہے کہ جناب حضرت بلبل شاہ صاحب راجہ
سہدیو کی حکومت کے زمانے میں کشمیر تشریف لائے لیکن
معتبر روایت یہ ہے کہ پہلی بار آکر واپس گئے" اور پھر ۷۲۵ھ
میں حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے رینچن شاہ کو دائرۂ اسلام
میں لانے کے لئے طے مکان کر کے کشمیر آئے۔ اس بات کی
وضاحت یہ ہے کہ رینچن شاہ بدھ مت کا پیرو تھا۔ جب اس کے
دل میں ہدایت کا اثر پیدا ہوا، لہٰذا اس نے ایک روز اپنے
دل کے ساتھ فیصلہ کیا کہ کل صبح جس شخص پر سب سے پہلے میری
نظر پڑے گی، جس مذہب کا وہ ہوگا میں وہی مذہب قبول کروں
گا۔ اسی خواہش سے ساری رات عجز و نیاز سے ہدایت پانے
کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ صبح سویرے جب کھڑکی کھولی تو دیکھا
کہ دریا کے کنارے اس طرف بلبل شاہ صاحب رح نہایت ہی نیاز مندی
سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ رینچن شاہ کو اس کی نماز اور بارگاہِ
الٰہی میں اس کی عاجزی اور گڑگڑاہٹ پسند آئی، اسی وقت
اپنے کنبہ اور نوکروں چاکروں کے ساتھ اس کا مذہب قبول کیا
اسی دن سے جناب حضرت بلبل شاہ صاحب رح کی توجہ سے
اس ملک میں "دینِ اسلام" باقاعدہ شائع ہوا۔ مختصر
یہ ہے کہ جناب سید شرف الدین (بلبل شاہ صاحب رح) صاحبِ کمالات
نفس پوشیدہ رکھنے میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی رعایت رکھتے ہیں۔ کھانے پینے طاقت کی پابندی
میں حد درجہ مبالغہ فرماتے تھے۔

اُن کے کچھ ارشادات

جب تک خدا کی راہ پر چلنے والے کو صاف و پاک اہل اللہ سالم زبان رہبر نہ ہوں تو وہ سلوک کے کسی مقام تک نہیں پہنچ سکے گا۔ حرام سے اس طرح دُور رہنا چاہیئے جیسے پہاڑ میں سانپ سے ہانپے یقینی ہے اس طرح بھاگنا چاہیئے جس طرح بازار کے مردار سے۔ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس قدر طاقت بخشی ہے کہ کھانے پینے کے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں اور اسی جسم کے ساتھ دوسری دُنیا کو جا سکتا اور پھر اس دُنیا کو مضبوط دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن یہ تینوں باتیں سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں، اس لئے ہرگز ایسا نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنا ہزاروں کرامات و عبادات سے بہتر ہے۔

صاحب تذکرۃ العارفین وجہ تسمیہ: "بُلبُل شاہ صاحبؒ یوں لکھتا ہے:۔ کہ

ایک دن حضرت سیّد شرف الدّینؒ وضو کرنے کے ارادہ سے نہر کے کنارے کھڑے تھے۔ ایک درخت کی ٹہنی پہ ایک خوش

آوازِ بلبل دیکھی جو نہایت میٹھی اور دل دُکھانے والی آواز میں چہچہا رہی تھی۔ یہ دیکھ ہی رہے تھے کہ بلبل نے آسمان کی طرف پرواز کی۔ حضرت سید نے بھی اس کے پیچھے ہوا میں اڑان کی اور اس خوش آوازِ بلبل کو پکڑ کر اپنی کوٹھڑی میں اترے اور بلبل ان کے ہاتھ سے غائب ہو گئی۔ ایک واقف نے ان سے اس واقعہ کی کیفیت دریافت کی۔ حضرت سید نے فرمایا کہ وہ پرندہ میری روح تھی جو آسمان چڑھ رہی تھی میں اس کے پیچھے گیا، ہوا سے اپنی روح کو پکڑ لایا۔ کہتے ہیں! سائل نے یہ بات ناممکن خیال کی اور خاموش رہا۔ حضرت سید پر اس کا یہ خیال روشن ہوا اور انہوں نے اپنے منہ کا پانی اس کے منہ میں ڈالا۔ پھر کیا تھا کہ ملکوت و لاہوت کے حالات اس پر ظاہر ہو گئے اور حضرت سید نے جو کچھ فرمایا تھا اور اس پر اقرار کیا۔ یہ بات تب لوگوں میں پھیل گئی تو لوگوں نے انہیں "بلبل شاہ" لقب دیا۔ صاحبِ تاریخ لکھتا ہے:۔

ایک دن دریائے جہلم کا پانی بہت بڑھ گیا تھا، حضرت سید نے دریا کے کنارے پر کھڑے فرمایا کہ ... کو کیا ہو گیا ہے کہ ... اتنی بڑھ گئی ہے"۔ اسی وقت ... چڑھا ہوا پانی نکل گیا۔ حضرت سید دریا میں غوطہ لگا کر ... اور کچھ عرصے بعد دریا سے نکلے اور فرمایا ... دریا میں غوطہ لگایا دریا کے رہنے والے اکٹھے ہو کر مجھے ... چھوڑا۔ میری بیعت

اور میری باطنی برکتوں سے سارے فیضیاب ہوئے"
(والعلم الاتم عند اللہ)

ایک دن صبح کے وقت پیشاب خشک کرنے کے لئے مٹی کا ڈھیلا ان کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کی نظر سے اس نے پرندوں کی شکل اختیار کی اور پھر وہ غائب ہوگیا۔ غرض ان کے کمالات اور کرامات سے زیادہ ہیں۔

آپ نے ۷ ماہ رجب ۷۲۷ھ کو انتقال فرمایا اور اپنی خانقاہ کے متصل دریائے جہلم کی طرف آسودہ ہیں۔ جن کے آگے علامہ احمد کی قبر ہے ان کی قبر لمبی پتھروں سے بنائی ہوئی ہے۔

مادۂ تاریخ یہ ہے:۔

سال تاریخ وصل بلبل شاہ
بلبل فارس گفت خاص اللہ

کچھ لوگ ان کا نام مبارک حضرت عبدالرحمٰن لکھتے ہیں، اور ان کا لقب بلال۔

"حضرت بلبل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ حالات ترجمہ "تاریخ حسن سے لفظ بلفظ نقل کئے ہیں اور بعض جگہ اختصار سے بھی کام لیا ہے۔" العہد

علی الرّاوی" ملحوظ نظر رہے"۔
باقی آج سے چند سال پہلے ہم نے ماہنامہ "التبلیغ" میں حضرت موصوفؒ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ یہاں صرف مضمون کی مناسبت کی غرض سے موصوف کا تذکرہ دیا ہے۔ اب ہم رجوع باصل (حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ) کرتے ہیں:-



بہرحال مبلغ اسلام حضرت بُلبل شاہ صاحبؒ کے یہ مختصر حالات طیبّات ضمناً اس مقام پر آگئے ہیں، کیونکہ آنجناب بھی سلسلۂ سہروردیؒ کی اہم کڑی ہیں جو بعد میں حضرت محبوب العالمؒ کے حصّہ میں تدریجاً آگئے ہیں

لہٰذا!

اب ہم اصلی مقصد یعنی حضرت "سلطان العارفینؒ" کی حالاتِ طیبّات کی طرف رجوع کرتے ہیں:-
(ملاحظہ ہو)

حضرت سلطان العارفین

شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت

تعلیم و تربیت اور ابتدائی حالات

واضح رہے کہ جس زمانہ میں محمد شاہ ابن حسن شاہ، ابن حیدر شاہ، ابن سلطان زین العابدین، ابن سلطان سکندر بت شکن، ابن سلطان شہاب الدین، ابن سلطان علاؤ الدین، ابن سلطان شمس الدین شاہمیر کے عہد حکومت کا تیسرا سال یعنی حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت کے نو سو (۹۰۰) برس پورے ہو چکے تھے، کہ محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی مگر مہینہ کی کوئی تعیین معلوم نہیں۔ "خاص دھر" آپ کی تاریخ پیدائش ہے۔ جیسا کہ خواجہ اعظم دیدہ مری تاریخ اعظمی میں رقمطراز ہیں:۔

"وطن آنجناب وضع تجر از پرگنہ زینہ گیر ست در سنہ ۹۰۰ھ

بوجود آمد خاص دھر "تاریخ ولادت اوست محض بزور صلاح و راستی بشہر رسیدہ در صغر سنی میل خدا پرستی و سلوک راہ حقیقت بہم رسانیدہ شب و روز بعبادت و ریاضت و انواع وظائف و طاعت کہ از صلحاء وقت استجازہ داشت میگذرانید اکثر تربیت از غیب در خواب و معاملہ ہمی یافت میتوان گفت کہ اویسی بود۔"

ترجمہ:۔ حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کا وطن علاقہ زینہ گیر موضع تجر ہے۔ آپ کی پیدائش ۹۲۹ھ میں ہوئی۔ "خاص دھر" آپ کی تاریخِ پیدائش ہے۔ ذاتی صلاحیت فطری عظمت اور راست بازی کی وجہ سے سرینگر پہنچے اور بچپن ہی سے آپ کو خدا پرستی، سلوک و تصوف اور اسرار و معانی کی طرف رغبت و کشش تھی یہی وجہ ہے کہ آپ عبادت و ریاضت اور بے شمار اوراد وظائف (جس کی اجازت صلحاء وقت سے حاصل کی تھی) میں رات دن گذارتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے خواب بیداری میں بھی بکثرت عالم غیب سے تربیت پائی۔ اس لحاظ سے آپ کو اویسی بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل تاریخ حسن میں اس طرح کی گئی ہے۔

" والدماجد نے آپ کا اسم مبارک حمزہ (نبیرہ) رکھا۔ حسب تصریحات حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر سوانح نگار آپ مادر زاد ولی تھے۔ یعنی ولایت اگرچہ بمقابلہ یک گونہ کسبی ہے مگر

عنایت ربانی اور مشیت ازلی بھی شامل حال ہونی چاہئے ، تو پیدائش کے دن ہی سے ربانی عنایت نے آپ کو اپنی آغوش میں لیا اور شریعت نے بھی محبوبانہ الطاف سے حظ کامل اٹھاتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند واقعات کیطرف اشارہ کرنا کافی ہے۔

ولادت کے چند ہی دنوں کے بعد ایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کی محفل آراستہ تھی جس آپؐ ایک نومولود بچے کو شفقت وعنایت سے پیار کرتے ہیں اور اس کی پیشانی کو کو بوسہ دیتے ہیں اور اس بچے کی خیر وبرکت کی دعا فرماتے ہیں اس بزرگ نے نزدیک آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نومولود بچہ کس کا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا ، یہ عثمان رحمتہ کا بیٹا ہے۔ مگر معنوی لحاظ سے یہ ہمارا فرزند ہے۔ یعنی اس فرزند میں بے پناہ دینی اور روحانی صلاحیت ہوگی۔ اسلئے بمقتضائے "کلُّ تقیٍّ آلی" ہر پرہیزگار مسلمان میرے آل واولاد میں داخل ہے۔ اسی قاعدہ کلیہ کے تحت آپ کو اپنی طرف نسبت فرمائی۔

ماشاء اللہ ، تیرے سعادت :۔

زمانہ رضاعت کا ایک خاص واقعہ

حضرت محبوب العالمؒ کے سوانح نگاروں نے آپ کے زمانۂ رضاعت کا یہ واقعہ بھی تحریر کیا ہے۔ کہ جب سیّدنا حضرت مخدوم العالمؒ دودھ پی رہے تھے تو آپ کی والدہ بی بی مریمؒ کے دودھ میں کمی واقع ہو گئی، مجبوراً قریبی گاؤں سے دودھ پلانے کے لئے دائی بلائی گئی۔ مگر آپ نے کئی دنوں تک اس کا دودھ نہ پیا۔ سب حیران رہ گئے کہ یہ بچہ کس طرح زندہ رہے گا۔ مگر طرفہ یہ کہ آپ کی نشوونما اور صحت و توانائی میں فرق نہ آیا۔ بعدِ تحقیق کے معلوم ہوا کہ یہ عورت اپنے شوہر سے اجازت حاصل کئے بغیر چار ماہ کی لڑکی کو گھر چھوڑ کر آئی تھی۔

شیر خوارگی کے بعد

تاریخ حسن میں لکھا ہے کہ شیر خوارگی کے زمانہ کے بعد بچپن ہی سے آپ کو نیک لوگوں اور فقیروں کے میل جول کی رغبت تھی کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔ پائے مبارک میں بظاہر کسی حکمت کی بنا پر استقامت و طاقت کی کچھ کمی تھی، لیکن چلنے اور کام کاج کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی بلکہ گھوڑ دوڑ میں مہارت رکھتے تھے۔

ب

تعلیم و تربیت کے لئے مکتب میں جانا

چونکہ آپ کا خاندان علم و عمل اور عمدہ تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا، جیسا کہ سابقہ سطور سے معلوم ہوا۔ اس لئے بابا عثمان رینہ نے اپنے لخت جگر حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کو حسب روایات اپنے گاؤں کے قرآنی مکتب میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے بھیجا۔ اس کے بعد یہ وضاحت سے معلوم نہیں ہوتا ہے، کہ آپ نے اس مکتب میں کتنی مدت تک استفادہ کیا۔ اس مکتب کے زمانہ تعلیم میں، علمائے تاریخ نے اتنا لکھا ہے:-

کہ ایک دن بابا عثمان رینہ کا ایک راستہ سے گذر ہوا۔ تو اپنے برخوردار محبوب العالم رح کو بچوں کے کھیل کود میں پایا۔ والد بزرگوار نے دریافت کیا۔ "کیا مدرسہ نہیں گئے؟" حضرت محبوب العالم رح کی طرف سے اس سوال کا کوئی قابلِ تشفی جواب نہ پایا، اس لئے مشفق اور مہربان باپ نے زبردست تنبیہ کی اور ایسا ادب دیا جس نے آپ کی پوری رہبری کی۔ کہتے ہیں کہ والد بزرگوار کی تادیب تنبیہ کی وجہ سے آپ سخت بیمار ہوئے اور بیماری ہی کے ایام میں اپنے دل میں مکمل عزم و ارادہ کیا کہ ٹھیک ہوتے ہی اگر

جاکر تعلیم حاصل کروں گا۔ بیماری ٹھیک ہونے کے بعد آپ اپنے دادا بیجی رینہ کو ساتھ لاکر اپنے پیرِ طریقت بابا فتح اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک سال تصوف کی خدمت میں رہ کر قرآنِ شریف کی تعلیم پوری کی۔

مدرسۂ دارالشفاء میں داخلہ

بابا فتح اللہ کے اشارہ سے آپ نے مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے مدرسہ دارالشفاء میں داخلہ لیا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ کوہِ ماران کے مشرقی و شمالی حدود میں ایک عظیم خانقاہ تھی جس کے سامنے کتب خانہ، لنگر خانہ اور ایک بہت بڑا مدرسہ تھا جو کہ حضرت بابا اسماعیلؒ کی زندہ جاوید یادگار تھا اس مدرسہ کا نام "دارالشفاء" تھا اس میں تصوّف، سلوک، معارف کے علاوہ علم فقہ، حدیث، تفسیر، ادب، منطق اور فلسفہ کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ اسی دارالشفاء کے مشہور اساتذہ میں سے بابا فتح اللہ، خوشحال بابا، آخوند مُلّا درویش، مُلّا لطف اللہ وغیرہم تھے۔ اس مدرسہ میں آپ نے باضابطہ علوم رسمیہ مروجہ پڑھے اور فارسی و عربی علوم پر پوری دستگاہ پیدا کرلی۔ آپ نے صرف علوم متداولہ پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ آپ خانقاہِ شمس چک میں جاکر اذکار و عبادت اور سلوک و معارف کا درس حاصل کرتے تھے۔

اس طرح شروع ہی سے خالقِ اکبر نے آپ کے ذہنِ مبارک میں شریعت و طریقت سیکھنے اور ان دونوں کا منبع بننے کا الہام ڈالا تھا۔

٭

خانقاہِ شمسی چک کا تعارف

مصنف تحفۂ محبوبی نے لکھا ہے کہ چک خاندان کے سارے نہیں بلکہ کثیر التعداد افراد شیعہ مذہب کے زیر اثر تھے۔ مگر پھر بھی اس خاندان کا با رسوخ شخص ملک شمس الدین چک اہلِ سنت والجماعت کے جادۂ مستقیم اور طریقۂ مرضیہ پر قائم و ثابت قدم رہا۔ اسی بادشاہ نے بابا اسماعیل زاہد کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ایک عالیشان خانقاہ نالۂ مار کے کنارے جامع مسجد کے کچھ قریب تعمیر کرائی تھی اس کے آس پاس کے احاطہ میں نشستگاہیں اور طلباء اور درویشوں کیلئے اچھے اچھے کمرے بنوائے تھے۔ جب حضرت محبوب العالم رحمتہ اللہ علیہ نے اس خانقاہ میں رہنے کا ارادہ کیا تو بوجہ کم عمری کے آپ کو علیحدہ کمرہ نہ ملا۔ بلکہ ایک پاکباز درویش کی تحویل میں دئے گئے ـــ چنانچہ اس قصہ کو خود حضرت محبوب العالم رحمتہ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے سنئے: جیسا کہ عالم ربانی حضرت بابا داؤد مشکاتی رحمہ اللہ نے اسرار الابرار میں دستور السالکین سے نقل کرکے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ :-

"شیخ داؤد خاکی قدس سرہٗ می گوید کہ مخدوم قدس سرہٗ فرمود کہ چون در خانقاہ شمسی چک رسیدم خورد سال بودم و از غایت خوردی منع بود کہ مرا حجرہ تنہا ندادند کہ تنہا نمی توان بودن کہ میر ساز درویشی در آن خانقاہ ہمیشہ نیم شب برخواستی و نماز تہجد گذاردہ سورہ کہف می خواندی و من با وی برخواستمی و طہارت کردہ آن را شنیدمی تا بعد از چند روز آن سورہ مرا یاد شد تو بہ آن درویش را گفتم کہ این سورہ مرا یاد شد وی تعجب کردہ گفت کہ مرا چند سال است کہ مے خوانم و ہرگز یاد نشدہ است ترا چگونہ بشنیدن چند روز یاد شدہ باشد پس برو نازم تمام شنید و مرا تحسین کرد، و دست ہائے مرا بوسہ داد۔"

ترجمہ:- مصنفِ اسرار الابرار حضرت بابا داؤد خاکیؒ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ حضرت محبوب العالمؒ نے فرمایا کہ جب میں خانقاہ شمسی چک میں پہنچا تو نہایت کم عمر تھا اور کم عمری اور صغر سنی کی بنا پر خانقاہ میں مجھے تنہا رہنے کیلئے کمرہ نہ ملا کیونکہ یہ وہاں کے انتظام صالح کے خلاف تھا بلکہ خانقاہ کے ایک درویش سیرت کی تحویل میں مجھے جگہ ملی۔ اس درویش کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ آدھی رات اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھا کرتا تھا اور وہ تہجد کی نماز میں بالعموم سورہ کہف پڑھا کرتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں میں بھی انہیں دیکھ کر نماز تہجد کیلئے اٹھتا تھا اور باقاعدہ وضو کر کے ان کی قرات کو جبر سے سنتا تھا، یہاں تک کہ صرف چند دن کے اندر اندر سورہ کہف مجھے پوری یاد ہوگئی۔ میں نے ایک مرتبہ درویش سے یہ بات دہرا دی کہ

آپ کی برکت سے مجھے بھی سورہ کہف یاد ہو گئی۔ وہ تعجب سے بولے:۔
بچے! کیا کہتے ہو؟ کہ میں یہ سورہ بڑی مدت سے پڑھتا ہوں مگر مجھی
قابل گفتن کامیابی نہ ہوئی۔ تو تم کو چند دن چند میں کیونکر یاد ہو گئی؟ فرماتے
ہیں، میں نے ان کے سامنے سورہ کہف شروع سے آخر تک پڑھی تو وہ خوش
ہو گئے اور میرے ہاتھوں کو چوما۔"

اور آپ نے فرمایا۔ "این بیداری شب از آن وقت عادت من بود"
رات کی بیداری اسی ابتدائی زمانہ سے ہی میری عادت اور فطرت میں بہوست
ہو گئی کہ کبھی غافلوں اور بدبختوں کی طرح کبھی پوری رات خواب غفلت
میں نہ سویا اور قرآن کریم کی تلاوت کبھی ترک نہ کی۔ ۔:

ابتدائے عمر سے مرشد کامل کی فکر اور اس کے نمایاں آثار

یہ تو آپ کی ابتدائے عمر کا ایک واقعہ ہے۔ اور جوانی اور درجہ
کمال کے واقعات کا آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔ ماشاء اللہ ذہن
وذکا اور قلب و دماغ شروع ہی سے مقدس و منور تھا۔ جیسا کہ
اسرار الابرار میں ہے:۔

"وہمیشہ در باطن من این آرزو بود کہ حق تعالیٰ مرا ناصحی پیدا کند کہ
در تربیت وآداب راہ نماید۔ پس بعنایت بے علت خود حضرت رب العالمین

از پس پردۂ غیب ارواح بعضے انبیاء و اولیاء کاملین بنیان
باطنی مرا رہنمونی کردہ اند۔ معلوم از "أدبني ربي"
است نہ از "علمني ربي" و این معلومات کشفی و
وجدانی است نہ کسبی و برہانی"

فرماتے ہیں! کہ میرے دل میں شروع سے ہی یہ آرزو تھی کہ
اللہ تعالیٰ میری تربیت اور آداب باطنی کے لئے کوئی رہنمائی
فرمائے تو میں آگے بڑھ سکتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے میری یہ آرزو ناکام نہ کی بلکہ اپنے فضل و کرم سے بعض انبیاء
و اولیاء کاملین کی ارواح طیبہ پردۂ غیب سے میری راہنمائی
کرتی تھیں۔ فرماتے ہیں! میرا نتیجہ از قبیلہ "ادبنی ربی"
ہے اور نہ قبیلہ "علمنی ربی" یہ معلومات کشفیہ اور
وجدانیہ ہیں نہ معلومات کسبیہ برہانیہ۔ یعنی حصول معلومات
کا وہ ذریعہ ہے جو انبیاء کے معلومات کے مقابلہ میں نہایت کم
اہمیت کے ہوتے ہیں۔ اور علماء ظاہر کے معلومات کے مقابلہ میں
بلندی پا لیتے ہیں۔

([illegible])

عالمِ ارواح سے حرزِ یمانی کی اجازت

اسی باطنی رہنمائی کے متعلق مصنف تاریخِ حسن نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے :-

میں نے ایک خواب دیکھا کہ کچھ مشائخ حاضر ہیں جو حرزِ یمانی پڑھ رہے تھے، مجھے بھی غیب سے حکم ہوا کہ ان کے ساتھ پڑھ لے۔ جب میں ان کے ساتھ ایک دفعہ پڑھ چکا تو مجھے زبانی یاد تھا اور پھر ان مشائخ کی اجازت سے مجھے حرزِ یمانی (ایک وظیفہ) یاد ہو گیا۔ اسی طرح میں نے بہت سی باتیں غیب سے پائیں اور ان پر عمل کیا اور جب کبھی مجھ سے سلوک کے کاموں میں سستی، کاہلی یا غفلت ہوتی تھی تو اس پر مجھے عالمِ غیب سے تنبیہ ہوتی تھی۔ چنانچہ مصنفِ اسرار الابرار خود حضرت مخدومِ پاک رح کا بیان نقل کر کے لکھتے ہیں :-

" وآنچناں بود کہ اگر از من در کارِ سلوک کاہلی یا سستی بوجود آمدی یا در خواب یا در واقعہ گاہی پیدا شدی او لطعن و ملامت ازاں باز داشتی واگر در خاطرِ من چیزے از غیر حق گذشتی ازاں متنبہ ساختے چنانکہ ...

بضیافت طلبید و ملاحی بتکلف بخورانید و چند فلوس بحق القدم داد، خاطرِ من بدین رفت کہ در کاغذ و سیاہی بکار آید در دست گرفتہ بخانقاہ می آمدم در اثنائے راہ ..... الخ

ترجمہ:- اگر مجھ سے سلوک میں سُستی یا کمزوری سرزد ہو جاتی، تو خواب یا واقعہ میں کوئی صاحب ہوتے مجھے جو میری تنبیہ و تادیب کرتے تھے اور کبھی میرے دل میں غیر حق کا گزر ہو جاتا تو فوراً ربانی نگران مجھے لڑکتے تھے۔ چنانچہ، ایک دن کی بات ہے کہ ایک صاحب نے میری دعوت کی اور بتکلف دعوت کھلائی اور حق القدم چند پیسے نذرانے کے طور دیئے یا پیسے ہاتھ میں رکھ کر دل میں خیال کیا! قلم دوات اور کاغذ کے کام آئیں گے اور خانقاہ کی طرف واپس آنے لگا، اسی اثنا میں ایک خندق میں گرا اور سر سے پاؤں تک کیچڑ میں لت پت ہوا اور تمام پیسے ہاتھ سے گر گئے اور ضائع ہو گئے۔" فرماتے ہیں! میں اس رات نہایت غمگین اور پریشان رہا کہ یہ کیا ہوا۔ اسی حال میں ایک شخص پیدا ہوا اور نصیحت کرنی شروع کی۔" دیکھو! تمہارا اس خندق میں گرنا حکمت سے خالی نہیں، یہ خدا تعالٰی نے تمہیں تنبیہہ کی کہ آئندہ دُنیا کی طرف رغبت اور مالِ دُنیا پہ فریفتہ ہو کر غفلت میں نہ پڑو گے کیونکہ دعوتوں پہ جانا، ان کو زیادہ بنانا، یہ سب حجابِ راہِ سعادت ہیں کیونکہ بہ عموم ان باتوں میں نفسانی اغراض ہوتے ہیں۔ ؎

دوسرا واقعہ

فرماتے ہیں! "اسی طرح اگر کبھی مجھ سے نمازِ تہجد میں غفلت ہوتی تھی، تو کوئی آکر میرے کمرے کے دروازے کو دستک دینے لگتا تھا اور بلند آواز سے کہتا تھا "اٹھو وقت ہے اس کو پالے"۔
(ملاحظہ ہو اسرار الابرار)

اس واقعہ کا اصل متن "اسرار الابرار" میں اس طرح ہے:۔
"واگر در وقت تہجد غفلتے واقع شدی کہ از نیم شب برخاستمی کسی می آمدی۔ و در حجرہ بکوفتی و بآواز بلند بگفتی کہ ہاں برخیز کہ وقت اوست"۔

تیسرا واقعہ

اسی طرح حضرت محبوب العالم رح فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی کام کے متعلق شک تردد میں رہتا کہ اس کام کا کرنا بہتر ہے یا اس کا نہ کرنا بہتر ہے تو خواب یا واقعہ میں کوئی شخص نمودار ہو کر کہتا تھا کہ اس کام کا کرنا ٹھیک ہے یا اس کا کرنا اچھا نہیں ہے"
ملاحظہ ہو اسرار الابرار" :۔
"و اگر در امرے متردد بودمے در خواب یا در بیداری کسی آمدی و از کن یا مکن مرا خبر دادی"۔

غیبی رہنمائی ۱۳

اس سلسلہ کا ایک واقعہ مصنف "اسرار الابرار" نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ فرماتے تھے۔

" روزی پیش مولانا لطف اللہ کہ معلم خانقاہ دار الشفاء بود کہ دانشمند شہر و بزرگوار دہر بود۔ واز منظومہ فقہ شیخ شرف الدین محمود چہ کلیت کتاب را اگردم ہمہ فراموش شدہ بود۔ تمام شب را در گریہ و خونخوار بودم صبحدم آوازی شنیدم کہ بخواں چنیں وچناں لیس بداں آواز مرا یاد آمد ومن در پئے تکرار شدم تا در حفظ در آوردم۔ "

ترجمہ:۔

کہ میں نے خانقاہ دار الشفاء میں مولانا لطف اللہ صاحب کے پاس کتاب منظومہ فقہ مصنفہ شیخ شرف الدین صاحب رحمۃ اللہ پڑھنی شروع کی۔ مولانا لطف اللہ صاحب بہت بڑے دانشمند اور صاحب فہم ہونے کے

علاوہ اپنے زمانے کے بہت بڑے پرہیزگار تھے۔

فرماتے ہیں کہ جب میں نے کتاب پوری پڑھی تو پھر اس کا دوبارہ مطالعہ شروع کیا، کیا دیکھتا ہوں کہ کتاب کے مضامین میرے ذہن سے بالکل غائب ہو گئے تھے اس کا صدمہ مجھ پر ایسا گزرا کہ رات بھر روتا رہا، اور خون کے آنسوں بہاتا رہا۔ یکایک صبح کے وقت میں نے ایک "غیبی آواز" سنی۔ کہ ایک شخص کہہ رہا ہے:۔

" میں سن رہا ہوں، اور اس طرح پڑھو اور ایسا پڑھو —"

پس مجھے وہ کتاب اسی غیبی آواز کی بدولت دوبارہ یاد ہو گئی، اسی غیبی رہنمائی کے متعلق فرماتے ہیں۔ جیسا کہ "اسرار الابرار" میں مرقوم ہے۔:

چوتھا واقعہ

"ہم چنیں در ایّام تحصیل بکرّات و مرّات مرا از عالم غیب تربیت کردہ اند تا تحصیل ما یحتاج حاصل کردم و فہم من چناں شدہ بود کہ استاد من گمان بردی کہ اوّل در پیش معلمی تکرار کردہ می آید

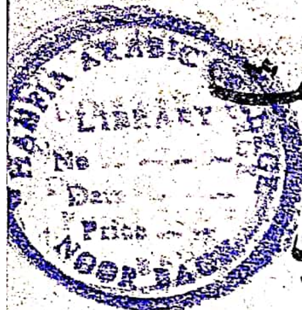
وآنچہ تقریر می کند کلام اوست !!

ترجمہ :-

یعنی طالب علمی کے زمانہ میں بار بار عالم غیب کی طرف سے میری رہبری کی گئی۔ یہاں تک کہ ضروری چیزیں مجھے حاصل ہو گئیں۔ اور فرماتے ہیں :-

" زمانۂ طالب علمی میں میری سمجھ و فراست اتنی ممتاز ہو گئی تھی کہ میرا استاد یہ سمجھ رہا تھا کہ میں کسی اور سے پڑھ کر ان کے پاس آیا ہوں اور اسباق کی جو تقریریں میں ان کے سامنے کرتا تھا، کہ استاد یہ سمجھتا تھا کہ یہ تقریریں اسی استاد کی ہے۔ جس سے پڑھ کر ان کے خیال میں آیا تھا حقیقت کیا تھی کہ صرف غیبی رہنمائی سے میں بہرہ ور ہوتا تھا۔ "





حقانیت اہل سنت وجماعت کے بارے میں غیبی اشارات وہدایات

آپ کا زمانہ مذہبی اور سیاسی حیثیت سے پر آشوب تھا کیونکہ ہمارا ملک تقسیم سے قبل غیر ملکی سازشوں کا گہوارہ رہا ہے سازشیں کبھی سیاست کے نام پر اور کبھی مذہبی تحریکات کے نام پر ہوتی تھیں۔ آپ کے زمانہ میں بھی غیر ملکی ایما پر شیعہ اور سنیوں کا اختلاف ابھارا گیا۔ اور ایسے مسائل زیر بحث لائے گئے جنہوں نے صدر اول ہی میں اسلامی وحدت اور اجتماعی قوت کو پارہ پارہ کیا۔ حضرت محبوب العالم رح اس قسم کے اختلافات کو گوارا نہیں کرتے تھے اور آپ کا دل مبارک تمام صحابہ کرام اہل بیت عظام کی محبت و احترام سے معمور اور منور تھا اور "ید اللہ علی الجماعۃ" (اللہ تعالیٰ کی عنایات اور نصرت جماعت کے ساتھ ہوتی ہے) پر سختی سے عامل تھے اور باہمی اختلافات سے نفور اور کبیدہ ہوتے تھے۔ چنانچہ خود اپنی طالب علمی کا واقعہ اس طرح فرماتے ہیں کہ دوران تعلیم ملا یزیار نامی ایک شخص آیا اور اس نے بڑے زور و شور سے تبلیغ کر کے ایک بڑے گروہ کو

اپنا گرویدہ بنایا۔ حضرت محبوب العالم رحمہ بھی بڑی تکلیف
اس کے پاس پہنچے اور اس سے تبادلہ خیال کیا۔ اس صاحب
نے دورانِ گفتگو آپ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ کتب فقہ حنفیہ
کی بجائے امامی فقہ کی کتابیں مثلاً "کتاب الاحوط" وغیرہ پڑھنے
کا مشورہ دیا ہے اور یہ بھی کہا کہ زندگی کا مشغلہ صرف تبلیغ مذہب
رہے جو اہلِ تشیع صاحبان کا ہے۔ اس صاحب کی ہیچ قسم کی باتیں سنکر
صبح و شام بارگاہِ الٰہی میں تضرع و زاری کرتے تھے کہ پروردگارا!
اپنے مسلک کی طرف رہنمائی فرما جو آپ کی مقدس بارگاہ میں
منظور و قبول ہو۔ فرماتے ہیں اسی بے قراری میں کوہ ماران
کی ایک پرانی مسجد میں گوشہ نشین ہوا اور اپنے خدا سے عہد و پیمان
کیا جب تک مذہبی اختلافات کی حقیقت مجھ پر منکشف نہ ہو جائے
کھانے پینے کے قریب بالکل نہ آجاؤں گا۔ ابھی تین دن ہی گزرے کہ
اضطراب کی حالت سکون سے بدل گئی اور حقیقت اصلیہ نے اپنا جلوہ
ڈالا یعنی حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چہار
یار باصفا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خواب میں زیارت ہوئی اور
ان کے پند و نصائح سے بہرہ اندوز ہوا۔ سب سے پہلے خلیفہ
اول سیدنا امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نصیحت
کی کہ "ابدی نجات اور سرمدی حیات کے حصول کے لئے چہار یار
کی عقیدت و محبت پر کاربند رہنا اور اہلِ سنت کی مذہبی تعلیم

پر عمل کرنا از بس ضروری ہے۔ اور جو لوگ اہلِ سُنّت کے عقائد کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہیں ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے۔"

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایسی ہی تقریر میں اور نصیحتیں فرمائیں ـــــ آخر میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوبت آئی، وہ بھی دیر تک نصیحتیں فرماتے رہے کہ "ہم بظاہر چار وجود ہیں مگر محبّت قلبی و یک جہتی کے لحاظ سے ہم سب ایک ہیں" اور ایک ہی چشمۂ فیض کے آبِ زُلال سے شاد کام ہیں۔ حَسَد، تقابُل، بغض و عناد اور تفرقہ کی بُو تک ہمارے دل و دماغ میں نہیں۔"

مختصر یہ ہے کہ اس کشف نے ایسا معجزہ نما اثر کر ڈالا کہ اُس پُر آشوب زمانہ کی مفسدانہ تحریک آپ کے عقائد پر مطلقاً اثر انداز نہ ہوئی۔ بلکہ اپنے عقیدۂ اہلسنّت و جماعت پر اور بھی زیادہ راسخ ہو گئے، اور مسلکِ اہلسنّت کی تبلیغ آخری لمحات تک نہایت زور و شور سے جاری فرمائی۔

اہل سنت والجماعت کی تعریف

چونکہ! اس مقام پر اہل السنۃ والجماعۃ کا ذکر آیا ہے اس لئے ہم پہلے "اہل السنۃ والجماعۃ" کی تعریف کرتے ہیں پھر ان کے مخصوص عقائد کا مختصر خاکہ پیش کریں گے۔ تاکہ سنیوں اور غیر سنیوں میں آسانی کے ساتھ فرق ہو جائے گا۔

"السنۃ ما سنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی:۔ کہ سنت وہ طریقہ ہے جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری کیا۔

"والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خلافۃ الائمۃ الاربعۃ الخلفاء الراشدین المہدیین رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین۔" —— یعنی:۔ جماعت سے مراد وہ شرعی احکام ہیں جن پر صحابہ کرامؓ نے چہار یار باصفا (حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ

اور حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے زمانہ خلافت میں اتفاق کیا ہے۔ پس سُنی مسلمان وہ کہلاتے ہیں جو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات اور خلفاء راشدین رضی کے زمانوں میں طے شدہ اور تسلیم کئے ہوئے احکام پر عمل کریں گے۔ یہی مسلمان نجات پانے والے اور عند اللہ کامیاب ہیں۔ یہ اہل سنت و الجماعت کی مختصر تعریف ہے ـــــ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی حضرات سب کے سب اہل سنت و الجماعت میں داخل ہیں ـ

اہل سنت کے مخصوص عقائد کا بیان

۱۔ پہلا عقیدہ اہل سنت و الجماعت کے عقائد میں سے پہلا نہایت اہم اور ضروری عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی کی عزت و احترام کرنا (۲) ان کے فضائل اور خوبیوں کو بیان کرنا۔ پس ان کے باہمی اختلافات کا ذکر نہ کرنا بلکہ ان کے اختلافات اللہ تعالیٰ کی طرف سونپنا ـــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا "طوبیٰ لمن رآنی و من رأی من رآنی" کہ شاباش ہو اس مسلمان کو جس نے مجھے دیکھا اور ان میرے صحابہ رضی کو دیکھا جنہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ اور فرمایا

"لاتسبوا اصحابی فمن سبّھم فعلیہ لعنۃ اللہ" کہ میرے صحابۂ کرام رضؓ کو برا مت کہو اور جو کوئی ان کو برا اور ان کے طریق کار پر جرح وقدح کرے' اس پر خدا تعالیٰ کی پھٹکار اور لعنت ہو۔

اور ایک حدیث مبارک کے آخری ارشاد میں اس طرح فرمایا "انّہ یجیئ فی آخر الزمان قوم ینقصونھم الا فلا تناکحوھم ولا تشاربوھم الا فلا تناکحوھم الا فلا تصلوا معھم الا فلا تصلوا علیھم علیھم حلت اللعنۃ"

ترجمہ۔ آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہونگے جو میرے صحابہ رضؓ کی عیب چینی اور نکتہ چینی کرینگے۔ لہٰذا خبردار رہو، ان کے ساتھ کھانا پینا بند کرو' اور خبردار ان کے ساتھ نکاح کا رشتہ نہ کرنا' ان کے ساتھ فرض نماز نہ پڑھنا اور ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار کے حقدار و سزاوار ہو گئے ہیں" ــــ اور آپؐ نے فرمایا "لا یدخل النار ممن بایع تحت الشجرۃ" جن صحابۂ کرامؓ نے بیعۃ الرضوانؓ میں درخت کے نیچے میری بیعت کی وہ کبھی جہنم میں نہیں جائینگے' اور صحابہ کرامؓ کی فضیلت کے متعلق فرمایا:۔ "من مات من اصحابی بارض جعل شفیعا لاھل تلک الارض۔" میرے صحابہ رضؓ

میں سے جو کوئی کسی بھی سرزمین میں وفات پائے گا، تو
وہاں کے مسلمانوں کی شفاعت فرمائے گا۔

۲۔ اہلسنت والجماعت کا دوسرا عقیدہ :۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مندرجہ ذیل دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے
افضل و برتر ہیں :۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن العوف ۸۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص
۹۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ ۱۰۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ابن الجراح

ان میں سے ترتیب وار ۱، ۲، ۳، ۴ سب سے افضل و اعلیٰ ہیں
اور اگر ایسا عقیدہ نہ ہو تو سنیت سے خارج اور باہر ہے۔

۳۔ تیسرا عقیدہ: جنت، جہنم مخلوق پیدا کئے گئے ہیں

جنت و جہنم دو گھر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمانبردار اور نیکوکاروں
کے لئے دائمی نعمتوں اور آرام و آسائش کا گھر پیدا کیا ہے یہ گھر
جنت کہلاتا ہے۔ (۲) گنہگاروں اور کافروں کے لئے دوزخ
اور جہنم پیدا فرمایا ہے۔ یہ دو گھر کبھی فنا نہیں ہوں گے

اور گنہگار مسلمان بالآخر دوزخ سے نجات پائیں گے اور منکرین حق دوزخ میں ہمیشہ معذب ہونگے" فضائے آسمانی اتنی وسیع ہے کہ کروڑوں برس تک اگر اس کی سیر کرے پر کوئی قدرت پائے گا تب بھی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچیگا۔ لہذا انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ عدم علم، عدم وجود شے پر دلالت نہیں کرتا۔

۴۔ چوتھا عقیدہ: نبی کریم کی شفاعت اہل کبائر و اہل صغائر دونوں کے لئے ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من کذب شفاعتی لم یکن لہ فیہا نصیب" کہ جو شخص میری شفاعت کا منکر ہوگا اس کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی اور فرمایا جس نے میرے حوض کوثر سے انکار کیا اس کو اس سے ایک گھونٹ بھی میسر نہیں ہوگا" اور فرمایا میں گناہ کبیرہ و صغیرہ کرنے والوں کی شفاعت کرکے جہنم سے نکلوا دونگا اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اللہ تعالیٰ میدان محشر میں ظاہر فرمائے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام و علمائے صالحین اور اولیاء اللہ بھی شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی ان کی شفاعت نصیب فرمائے۔ بحث شفاعت

کی تفصیل صحیح بخاری شریف میں ملاحظہ فرمائیے ــــ لہٰذا منکرینِ شفاعت بھی اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہیں۔

۵۔ پل صراط حق ہے:۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پل صراط کے بارے میں فرمایا:۔ "اِنَّہٗ اَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَۃِ وَاَحَرُّ مِنَ الْجَمْرَۃِ وَاَحَدُّ مِنَ السَّیْفِ طُوْلُہٗ ثَلٰثُ مِائَۃِ سَنَۃٍ مِّنْ سِنِی الاٰخِرَۃِ یَجُوْزُہُ الْاَبْرَارُ وَتَزِلُّ عَنْہُ الْفُجَّارُ"

ترجمہ:۔ پل صراط بال سے زیادہ باریک، انگارے سے زیادہ گرم، اور تلوار سے زیادہ تیز۔ اس کی لمبائی آخرت کے سالوں کے مطابق تین سو سال کی ہوگی۔ نیکوکار نہایت سہولت و نرمی سے اس سے گزر جائیں گے اور کافر و بدکار پھسل پڑیں گے۔

۶۔ منکر و نکیر کا سوال، قبر میں حق ہے۔

یعنی میّت کو قبر یا اس جگہ جو قبر کے حکم میں ہو، دو فرشتے آتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں:۔

"مَنْ رَّبُّکَ وَمَا دِیْنُکَ وَمَنْ نَّبِیُّکَ وَمَا تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ" ــــ یعنی:۔ تمہارا خدا کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ تمہارا نبی کون

کون ہے؟ اور اس صاحب، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو۔" پس اگر میت جواب ٹھیک دیگا تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو فرشتوں منکر و نکیر کی صفت ان الفاظ میں بیان کی ہے:۔

"یا عمر کیف انت اذا اتخذ لک من الارض ثلاثۃ اذرع وشبر فی عرض ذراع وشبر ثم قال الیک اھلک فغسلوک وحنطوک ثم حملوک حتی یغیبوک فیہ ثم یھیلوا علیک التراب ثم انصرفوا عنک واتاک سائلا القبر منکر ونکیر اصواتھما مثل الرعد القاصف وابصارھما مثل البرق الخاطف الخ"

ترجمہ:۔ اے عمر اس وقت تیری حالت کیسی ہوگی جب تمہارے لئے زمین میں لمبائی میں تین ہاتھ اور ایک بالشت، اور چوڑائی میں تین ہاتھ اور بالشت تیار کی جائے پھر لوگ تم کو غسل دینگے، خوشبو لگائیں گے اور وہ تم کو اٹھائیں گے۔ زمین میں غائب کر کے تم پر مٹی ڈالیں گے، پھر تمہارے پاس دو سوال کرنیوالے منکر و نکیر ملائک داعی آئیں گے جنکی آواز ہلاک کرنے والی کڑک اور ان کی آنکھیں اچکنے والی بجلی کی طرح ہوگی۔ پھر وہ تم سے تمہارے دین وایمان کے بارے میں سوال کرینگے (ایسے وقت کیلئے تم نے کیا تیار کر رکھا ہے؟) وہاں کون تمہارا ساتھ دیگا۔:

"اہل سنت والجماعت کے باقی اعتقادات دوسری کتابوں میں آئیں گے، انشاء اللہ"۔

نوٹ:۔ اہلسنت والجماعت کی کچھ علامتیں ہماری تصنیف "تاج العارفین" میں بھی بیان کیگئی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی نسخت (؟) رہبر کامل کی تلاش اور ریاضتوں (؟) جستجو پیر کامل کی ضرورت اور شرعی حیثیت و جوازیت پیری مریدی کی اصلیت اور محبوب العالمؒ کی رہبری کے لئے حضرت سید جمال الدین بخاریؒ کی دہلی سے تشریف آوری کے بیان میں

حضرت محبوب العالمؒ کی سخت ریاضتیں اور مرشد کامل کی تلاش

اب آپ کی عمر شریف تقریباً ۳۲ سال کے لگ بھگ ہے۔ سخت ریاضتوں، شب بیداری، قرآن خوانی، اذکار و اوراد کے ساتھ پوری دلچسپی رکھتے تھے۔ اور جسمانی راحت کو بالکل رخصت کر لیا تھا۔ کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں آپ اشغال و اعمال اور یاد الٰہی میں مشغول نہ رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام، تبلیغ دین، مجاہدہ نفس کا اتنا انہماک تھا کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ سردی ہو یا گرمی آدھی رات کے وقت اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے غسل کر کے نماز تہجد پڑھنا طبیعت ثانیہ بن گیا تھا۔ چنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ سردی کی بے حد شدت تھی۔ دریا اور نہر کا پانی جم گیا تھا۔ باہر نکلنا اور یخ بستہ پانی سے وضو اور غسل کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی مترادف تھا۔ اس لیے آپ کو خواہش ہوئی کہ آج حمام میں جا کر گرم پانی سے وضو کریں۔ چنانچہ حمام تشریف لے جاتے ہیں۔ بہت دیر تک دروازہ کو دستک دی مگر اندر سے کوئی دروازہ نہیں کھولتا۔ حمام سے واپس

اور اسی یخ پانی بستہ سے غسل کیا۔ اور نماز تہجد ادا کی۔ اور اگر تہجد میں کچھ دیر ہوتی تو اس پر افسوس ہوا۔ آپ کی اس ریاضت و عبادت کی طرف حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

با ریاضت ساختہ علم الیقین عین الیقین
پس ہمہ از حق الیقین از لطف حق حق درشد است
در ریاضت سالہا نہادہ پہلو بر زمین
حاصلش این مرتبہ چوں اذکر واسمہ شد است

باایں ہمہ اب تک تزکیہ نفس، صفائی باطنی، عالم غیب سے وابستگی اور روحانی اسرار و معارف میں جو کچھ بھی آپ نے حاصل فرمایا تھا۔ وہ اپنے زمانے کے نیک دل، روشن ضمیر بزرگوں سے سنا اور استفادہ کیا تھا۔ لیکن فطری سعادت نے ساتھ دیکر انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی ارواح طیبہ سے بیشمار ارشادات اور روحانی ہدایات سے بھی بہت زیادہ بہرہ ور اور لطف اندوز ہو چکے تھے۔ اور قدم بقدم غیبی رہنمائی ہو رہی تھی۔ اس بناء پر بہت سے روحانی مدارج طے منازل سلوک اور طریقت کے مقامات سے آراستہ تھے۔ اور اس قسم کی عبادت اور ریاضت کے باوجود مزید انوار و برکات اور روحانی درجات و منازل طے کرنے کی فکر دامنگیر تھی۔ اور مرشد کامل کے حصول کے لیئے رات دن رب العالمین کے دربار میں دست بدعا ہوتے تھے۔ گویا بزبان حال فرماتے تھے۔

دست از طلب نہ دارم تا جان و دل بر آید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

اسی اثناء میں حضرت محبوب العالمؒ نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ واقعی نیک و صالح ہیں۔ اور اذکار و اشغال میں منہمک رہتے ہیں۔ مگر ابھی تک براہ راست آپ کو ظاہری طور پر باقاعدہ ہمارے ساتھ تعلق قائم نہیں ہوا ہے کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ یہاں ہر چیز میں ربط و ضبط ہوتا ہے۔ اس لیے آپ کو اپنے ساتھ مربوط بنانے اور روحانی تعلق پیدا کرنے کے لیے حضرت سید جمال الدین بخاری رحمہ اللہ کو بھیجتے ہیں۔ آپ کی صحیح رہبری کریں گے۔ اور اپنی کمال روحانیت سے آپ کو درجہ حق الیقین تک پہنچائیں گے۔ لہذا جب وہ تمہارے ملک میں تشریف لائیں گے تو ان کی خدمت میں فوراً حاضر ہو جانا۔ اور ان سے بھی بھرپور روحانی فیوض و برکات کا بھی استفادہ کرنا۔ اس بشارت کے بعد آپ چشم براہ ہوئے بیٹھے کہ حضرت سید جمال الدین بخاری رحمہ اللہ یہاں کب تشریف فرما ہوں گے۔

حضرت سید جمال الدین بخاریؒ کی کشمیر میں تشریف آوری

مصنف تحفہ محبوبیہ نے بحوالہ "خزینۃ الاصفیاء" میں لکھا ہے کہ حضرت سید جمال الدین بخاری رحمہ اللہ دہلی میں تشریف فرما تھے۔ وہاں سے حرمین شریف تشریف لے گئے تھے۔ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے کہ ایک عجیب خواب دیکھا کہ عظیم الشان دربار منعقد ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم محفل کے صدر نشین اور جلوہ افگن ہیں۔ اور آپ کے سامنے ایک نوجوان ہیں جس کو آپ نہایت محبت و شفقت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ حضرت سید جمال الدین بخاری رحمہ اللہ نے دریافت کیا کہ یہ خوش نصیب نوجوان کون ہیں؟ اور کہاں کا رہنے والا ہے؟ آپ نے فرمایا ان کا نام شیخ حمزہؒ ہے۔ کشمیر کا رہنے والا ہے۔ اور حضرت سید کو حکم دیا کہ اس نوجوان کی پوری روحانی تربیت کرنا۔ اور فوراً کشمیر جانے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت سید یہ خواب دیکھ کر فوراً ہندوستان آئے۔ اور وہاں سے کشمیر موضع لوتھ پورہ پرگنہ میں نزول اجلال فرمایا۔ قاضی حیرت ساکن نوالپورہ کو ساتھ لے کر خانقاہ جمال اتو بلک صاحب سرنیگر سابق مدار المہام کی تعمیر کردہ خانقاہ میں پر توفگن ہوئے۔

قبل اِس کے کہ ہم آگے بڑھیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اِس جگہ اُن دو سوالوں کے جوابات بھی آپ کے پیشِ خدمت کریں جو عام ذہنوں اور دماغوں میں کھٹکتے ہیں۔ اُن دو سوالوں کا جواب دیئے بغیر آگے بڑھنا تشنگانِ تحقیق اور طالبینِ حق پر ظلم کرنے کے مترادف ہوگا۔ اسلیئے اگر اِس جگہ اِس خاص نکتہ کے پیشِ نظر سررشتۂ سخن اپنے اصل مقصود سے عارضی طریقہ پر کٹ جائے تو آپ ہمیں معاف فرمائیے۔ ہاں وہ سوالات کیا ہیں؟ جن کا جواب دینا اِس وقت ضروری ہے وہ یہ ہیں:۔

سوال نمبر ۱

کیا انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی ارواحِ طیبہ سے خواب یا واقعات میں روحانی ہدایات و تعلیمات کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ اور کیا انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کو دُنیا سے مرخص ہونے کے بعد اتنی روحانی قوت و طاقت برقرار رہتی ہے کہ وہ کسی صالح اور مردِ مومن کی راہبری اور رہنمائی کرسکیں گے یا معاذ اللّٰہ اِس قسم کی باتیں یوں ہی عامۃ المسلمین میں مشہور رہیں؟

سوال نمبر ۲

دوسرا اہم سوال جو اِس مقام پر وارد ہوتا ہے یہ ہے کہ قرآن و سنّت اور قانونِ شریعت ہوتے ہوئے مرشدِ کامل کا ہونا اور ان سے باضابطہ بیعت کرنا کیوں

ضروری ہے؟ اور کیا مرشد کامل کا ثبوت بزرگان دین اور علماء ابرار کی کتابوں میں کہیں ملتا بھی ہے یا اس کی بھی کوئی اصلیت اور واقعیت نہیں ہے۔ اور اگر پیر کامل کا ہونا ضروری ہو تو اس کے اوصاف کیسے ہونے چاہئیں اور بیعت کی حکمت کیا ہے؟

تصورات :- یہ ہیں وہ دو سوالات جن کا جواب دینا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ یہ کتاب نامکمل رہے گی۔

جہاں تک پہلے سوال کے جواب کا تعلق ہے یہ ہے کہ انبیاء کرام یا اولیاء عظام کی ارواح طیبہ سے خواب یا واقعہ میں کسی مسلمان کا کسی قسم کا نعمت حاصل کرنا یا کسی خاص ورد اور وظیفہ کا استفادہ کرنا تمام اعلام امت کے نزدیک مسلّم اور ناقابل تردید حقیقت ہے۔ اور اس میں چوں وچرا کرنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے کہ صلحاء کی ارواح میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صالحین اور نیکوں کی رہنمائی کر سکتی ہیں کہ ان ارواح کا تعلق ملاء اعلیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور خود صحیح بخاری کی حدیث مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ اس پر گواہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان لعین کو میری صورت شریفہ میں کسی کے سامنے آنے کی طاقت ہی نہیں" لہذا آپ کو خواب یا واقعہ میں دیکھنا خواہ وہ کسی بھی حال اور کیفیت کے ساتھ مکیف ہو نا سراپا باعث ہدایت و رہنمائی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ورنہ رویت سے کیا فائدہ ہوگا۔

اسی طرح محدثین و فقہائے کرام کے نزدیک بھی انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی مقدس ارواح سے روحانی طور پر فیض و برکت اور اوراد و اشغال کی اجازت حاصل کرنا نہ صرف ممکن ہے بلکہ لاکھوں بندگان خدا نے اس طریقے سے اب تک اُن سے روحانی فیض پایا ہے۔ مثلاً وہ کون ہوگا جو حضرت سرتاج محدثین و فقہاء حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی علمی برتری اور اُن کی عظمت و جلالت سے واقف اور آگاہ نہ ہو۔ ماشاء اللہ آپ بیک وقت محدث، فقیہ، متکلم اسلام اور صوفی صافی تھے۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کے متعلق قول الجمیل میں فرماتے ہیں۔

"وَكَانَ نَسَبَنِي الْوَالِدُ الصُّحْبَةَ الْبَاطِنَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَالِكَ أَنَّهُ رَآهُ فِي مُبَشِّرَةٍ فَبَايَعَهُ وَعَلَّمَهُ النَّفْيَ وَالْإِثْبَاتَ وَأَيْضًا مَنْ ذَكَرَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَإِنَّهُ عَلَّمَهُ اِسْمَ الذَّاتِ"

ترجمہ: میرے والد ماجد رحمہ اللہ نے جس طرح ظاہری طور پر مشائخ کرام سے اذکار اور اشغال کی اجازت حاصل کی اسی طرح انہوں نے باطنی طور پر بھی طریقت کے آداب حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کئے۔ وہ اس طرح سے کہ والد صاحب نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور آپ کے دست رحمت پر بیعت کی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے والد صاحب کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم و تلقین کی۔ اور ان کو اس کلمہ مطہرہ کا

پڑھنا بھی سکھایا اور اسی طرح والد صاحب خواب میں حضرت زکریا علیہ السلام پیغمبر کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور ان سے اسم ذات یعنی لفظ اللہ پڑھنے کا طریقہ سیکھا اور فرماتے ہیں!۔

وَالصّافحتُ ارواح الشیخ عبد القادر الجیلانی والخواجہ
بہاء الدین نقشبند والخواجہ معین بن الحسن الچشتی
وَاَتَتْہُ ارواحھم واخذ منھم الاجازۃ وعرف نسبتھم
کان وہبھم منھم علیٰ حدتھا مما نافخ منھم علی قلبہ
وکان شئی تاتہ یتھار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین

ترجمہ:۔ کہ میرے والد مجید نے مشائخ کرام حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ، حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمہ اللہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی ارواح طیبہ سے روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ وہ اس طرح کہ ان کو خواب میں دیکھا۔ اور ان سے طریقت کے اذکار و اشغال کی اجازت حاصل کی۔ اور ان کی جداگانہ نسبتیں دریافت کیں۔ اور یہ کہ ان کی نسبتوں کا فیضان آپ کے قلب مبارک پر ہوا۔ اور والد صاحب ہمارے سامنے ان واقعات کی کچھ تفصیل بھی بتاتے تھے۔

چونکہ حضرت ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متکلم اور صوفی صافی ہونے کے علاوہ دنیا اسلام میں مسلم الثبوت شخصیت ہیں۔ اس لئے مذکورہ واقعات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ خواب اور واقعات میں انبیاء کرام

اور اولیاء عظام کی مقدس ارواح کی طرف سے درود و ذکر کی تعلیم اور ان سے اجازت حاصل کرنا اور بہرہ مند ہونا صحیح اور درست ہے۔ اور از روئے شریعت اس میں کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ بہر رنگ بہتر ہی بہتر ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف حجۃ اللہ البالغہ باب فی اسباب الخواطر الباعثۃ علی الاعمال میں فرماتے ہیں:۔

وَاعْلَمْ اَنَّ المَنَامَاتِ اَمْرُهَا كَاَمْرِ الخَوَاطِرِ غَيْرَ اَنَّهَا تَتَجَرَّدُ لَهَا النَّفْسُ فَتَنْتَبِجُ لَهَا صُوَرُهَا وَهَيَاتُهَا اور آگے فرماتے ہیں

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِيْنَ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ حَدِيثُ النَّفْسِ وَ تَخْوِيفُ الشَّيَاطِينِ وَ بُشْرَى مِنَ اللهِ

ترجمہ:۔ اے طالب حق! تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ خواب کی باتیں بھی وہی حیثیت رکھتی ہیں جو دل کے خیالات و جذبات رکھتے ہیں۔ یعنی دونوں کے پیدا ہونے کے اسباب ایک ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ خواب کی باتوں کے لئے نفس مجرد (اکیلا) اور صاف ہوتا ہے۔ تب ہی تو وہ باتیں اس پر کسی خاص شکل و صورت میں ظاہر اور روشن ہوتی ہیں۔ اور محمد بن سیرین کا قول ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں، حدیث نفس' دل کی اندرونی باتیں، تخویف شیاطین یعنی شیطانوں کا ڈرانا دھمکانا اور بشارت و خوشخبری من جانب اللہ۔ البتہ اس بات کا پورا خیال رہے کہ کسی ولی خدا کو خواب یا واقعہ کے ذریعہ جب کسی بات کا انکشاف ہوجائے یا کچھ کم

دوسرے مسلمانوں کیلئے حجت و برہان نہیں بن
سکتی یعنی اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ کہ اولیاء اللہ اور پیغمبروں
کی طرف ان باتوں کی نسبت کرنا درست ہے کہ جو خلاف شرع نہ ہوں
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
اَلرُّؤیَا الْحَسَنَۃُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ
جُزْءٍ مِنَ النُّبُوَّۃِ۔
ترجمہ: کہ نیکو کاروں کا اچھا خواب نبوت کے ۴۶ حصوں میں سے ایک حصہ
ہے۔
بہرحال اس مختصر گذارش سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء کرام اور اولیاء
عظام کی ارواح سے خواب اور واقعہ میں روحانی برکات حاصل کرنا شرعاً و عقلاً
صحیح ہے۔ اور یہ کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ نے اس بارے میں جو
کچھ فرمایا درست ہے۔ اس سے زیادہ اس بحث کے متعلق یہاں پر لکھنے
کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب والد حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب محدث رحمہما اللہ کا ایک واقعہ کشف حال الموتیٰ
والقبور مصنفہ حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند سے
ہدیہ قارئین کرام کریں گے۔ اور پھر دوسرے سوال کے جواب کی طرف آپ
کی توجہ مبذول کریں گے وہ یہ ہے:-
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

۱

میرے والد شاہ عبد الرحیم صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ اکبر آباد میں مرزا زاہد ہروی رحمۃ اللہ علیہ کے درس سے واپس ہو رہا تھا۔ راستہ میں ایک لمبی گلی آئی۔ میں اس وقت حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھ پڑھ کر لطف حاصل کر رہا تھا۔ اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا ؎

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوی لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق
علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

فرماتے ہیں کہ اس بیت کا چوتھا مصرعہ میرے ذہن سے جاتا رہا۔ اور اس کی وجہ سے میں سخت اضطراب میں تھا۔ اچانک ایک درویش صفت میرے داہنی جانب سے نکلا اور کہا:

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

"یہی مذکورہ بالا بیت کا چوتھا مصرعہ ہے۔ میں نے درویش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تم کو اچھا بدلہ دے کہ تم نے میرے قلبی اضطراب کو دور کر دیا" میں نے خوشی سے دو پان ان کی خدمت میں پیش کئے۔ انہوں نے مسکرا کر فرمایا۔ کیا یہ مصرعہ یاد دلانے کی اجرت ہے؟ میں نے کہا، "نہیں بطور شکریہ پیش کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں پان نہیں کھاتا ہوں" میں

میں نے کہا پان کھانے سے شریعت مانع ہے یا طریقت؟ جو کچھ بھی ہو آپ بیان فرمائیں تاکہ میں بھی اس سے احتراز کروں۔ انہوں نے جواب دیا نہ شریعت مانع ہے نہ طریقت لیکن میں نہیں کھاؤں گا۔ پھر انہوں نے کہا مجھے جلد جانا چاہیئے۔ یہ کہہ کر انہوں نے قدم اٹھایا اور ایک ہی قدم میں بڑی لمبی گلی طے کر کے آخری سرے پر پہنچ گئے۔ میں سمجھ گیا یہ کسی بزرگ کی روح ہے جو کہ مجسم ہو کر آئی ہے۔ میں نے آواز دی اور عرض کیا آپ نام بتا دیجیئے تاکہ میں آپ پر فاتحہ پڑھتا رہوں اور آپ کے حق میں دعائیں کرتا رہوں۔ انہوں نے جواب میں یہ جملہ کہا!۔

"سعدی ہمیں فقیر است"

یعنی فقیر درویش سعدی جس کو کہتے ہیں وہ میں ہی ہوں

(انفاس العارفین)

میں کہتا ہوں کہ ان واقعات پر ہمارا ایمان ہے۔ اور اس بات کا پختہ اعتقاد ہونا چاہیئے کہ انبیاء عظام اور اولیاء عظام پر حضرت اللہ کی عنایت ہے۔ فاعل مختار وہی پاک ذات متعال ہے۔ لہذا ایسی باتوں سے بھی بچنا چاہیئے جو موہم شرک ہوں۔ مگر نفس مسئلہ بہرحال درست اور صحیح ہے اور تمام بزرگان دین کا یہی ایمان ہے۔ اور ہمارا امراد حنفی مسلک اور صوفی مشرب سے وہی درمیانی راستہ ہے جس

افراط و تفریط نہ ہو۔ اور ہماری دعا ہے:

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین۔

اب رہا دوسرے سوال کا جواب

کہ شریعت کے ہوتے ہوئے مرشد کامل کی کیوں ضرورت ہے۔ تو اس کے لئے ایک مختصر سی تمہید کی ضرورت ہے پھر جواب دیا جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کے دل کو اسرار و معارف اور عجائب و غرائب کا بہت بڑا خزانہ اور منبع بنایا ہے۔ اور دل کی طاقت برق خاطف سے بھی تیز تر بنائی۔ اور انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد جہاں بندگان خدا کو احکام الٰہیہ کا پابند بنانا ہے، وہاں اس کی بعثت کی غرض و غایت قلبی اسرار و معارف کی طرف بھی بندگان خدا کو متوجہ کرنا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول الجمیل کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

خَلَقَ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ مُنْجَذِبَةً لِفَيَضَانِ الْأَنْوَارِ مُتَهَيِّأَةً لِإِبْدَاعِ الْمَعَارِفِ وَالْأَسْرَارِ بَعَثَ الْأَنْبِيَاءَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارَ دَاعِينَ إِلَى طُرُقِ اكْتِسَابِهَا بِالطَّاعَاتِ وَالْأَذْكَارِ

ترجمہ: یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے دلوں کو انوارِ الٰہی کے فیضان کے لئے متعد بنایا۔ اور مومنین کے دلوں کو انوار و اسرار کا اہل اور قربان بنایا۔ اور انبیاء کی برگزیدہ جماعت کو بندگانِ خدا کی طرف دعوت و ہدایت کا پیغام دے کر بھیجا کہ وہ بندگانِ خدا کو معارف و اسرار کی راہوں کو اذکار و عبادت سے کھولیں۔ پس اگر دل کی تربیت درست اور صحیح طریقہ پر کی جائے تو یہی دل محیطِ انوارِ الٰہیہ ہوگا۔ اور اس سے غفلت و بیداری کے تمام ظاہری و باطنی پردے اور حجابات اُٹھ جائیں گے۔ اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح سیکڑوں میل دور ہوتے ہوئے یا سار یہ الجبل کا نعرہ بلند ہوگا۔ اور اگر یہی دل کفر و شرک، حسد و بغض، عجب، ریا، خود پسندی، جھوٹ، جاہ و جلال کی ہوں، نفس امارہ کی اتباع و پیروی اور مکر و فریب کے مہلک مرض میں مبتلا ہوگا۔ تو اسوقت ان مذموم صفتوں کی وجہ سے شیطان سے بھی اخس اور ذلیل تر ہوگا۔ پس دل کو ایسے مربی اور رہنما کی ضرورت ہے جو اسے حد اعتدال سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ اور اس کو ایسے معالج کی ضرورت ہے جو اُسے ابلیس لعین کے خطرات اور وساوس سے بچائے۔ یہ کام بلاشبہ ایسے حکیم و رہبر طریقت کا کام ہے جو ایک طرف واقف شریعت ہو۔ اور دوسری طرف اس کا دل معرفت سے سرشار ہو اور طریقہ علاج سے واقف ہو۔ اور وہ اس طبیب حاذق کی طرح ہونا چاہئیے کہ جو بیماری کی صحیح تشخیص کرکے بتدریج اس کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیئے۔

جیساکہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مولانا باباداؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

مشکلات واقعات سالکان را ازیں سبب
پیش او تیسر کردن اسہل و ایسر شد است

اسی علاج کی خاطر کسی رہبر طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرنا زمانۂ نبوت سے آج تک اکابر دین کے ہاں معمول ہے۔ بعض علماء کے نزدیک بیعت سنّت ہے، اور بعض کے ہاں واجب۔

جیساکہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فالجواب علی البیعۃ سنّۃ ای قسم مھی فظن قوم انھا مقصورۃ علی قبول الخلافۃ ان الذین تعتادہ الصوفیۃ عن مبایعۃ التصوفین لیس بشئ وھذا ظن فاسد لما ذکرنا ان النبی صلی اللہ وآلہ واصحابہ وسلم کان یبایع تارۃ علی اقامۃ ارکان الاسلام وتارۃ علی التمسک اعلیٰ انّہ صلی اللہ علیہ وسلم اشترط علی جریر عند مبایعتہ فقال والنصح لکل مسلم وانہ واختہ بایع قوما من الانصار فاشترط ان لا یخافوا فی اللہ لومۃ لائم ویقولوا بالحق حیث کانوا فکان احدھم یجاھد الامراء والملوک

بالبرّ والانکار وانّہ بایع نسوۃ من الانصار و
اشتراط الاجتناب عن النوحۃ الی غیر ذالک من
باب التزکیۃ والامر بالمعروف والنہی عن المنکر

"قول الجمیل"

ترجمہ:- "پیران طریقت کی بیعت کے متعلق ہم بحث کریں گے کہ یہ کس قسم سے ہے۔ یعنی سنّت ہے یا واجب یا اور کچھ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بیعت صرف وہ ہے جو خلافت وسلطنت قبول کرنے کے لئے خلفاء اور بادشاہوں سے کی جاتی ہے۔ ایسی بیعت کو مشروع فی الدین ہے۔ اس کے علاوہ صوفیہ حضرات کی مروجہ بیعت کی کوئی اصلیت نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ اس قسم کے لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ان کا خیال خام اور گمان فاسد ہے۔ کیونکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام سے مختلف اغراض کے لئے بیعت لیتے تھے۔ اور کبھی ان سے اس غرض سے بیعت لیتے تھے کہ وہ سنّت کی پابندی کریں۔ فرماتے ہیں یہ ہے۔ صحیح بخاری ہمارے دعوی پر گواہ اور ناطق ہے کہ آپ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت یہ شرط لگا دی کہ اللہ کی دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے اندیشہ نہ کریں۔ بلکہ کلمہ حق کہیں جہاں کہیں بھی ہوں اسی ارشاد کی تعمیل میں بعض صحابہ کرامؓ اپنے امیروں اور بادشاہوں کو خلاف شرع باتوں پر کھلم کھلا ٹوکتے اور ...

تھے۔ اور آپ نے انصار کی کچھ عورتوں سے بیعت لیتے وقت یہ شرط لگادی کہ نوحہ اور سینہ کوبی سے پرہیز کریں۔ اور ان امور کے علاوہ آپ نے بہت سی چیزوں پر بیعت لی جیسے تزکیہ نفس، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

فَالحق ان البیعۃ علٰی اقسامٍ منھا بیعۃ الخلافۃ ومنھا بیعۃ الاسلام ومنھا بیعۃ التمسّک بحبل التقوٰی ومنھا بیعۃ الھجرۃ والجھاد ومنھا بیعۃ التوثق فی الجھاد۔

کہ حق یہ ہے کہ بیعت کی کئی قسمیں ہیں۔ جیسے بیعت خلافت تقویٰ و پرہیزگاری قائم رکھنے پر بیعت لینا ہجرت کی بیعت اور جہاد میں ثابت قدم رہنے کی بیعت۔

اس عبارت سے معلوم ہوا صوفیہ حضرات کی بیعت تقویٰ میں داخل ہے لہذا یہ سنّت ہے۔ ہر چند کہ اس بیعت کا رواج خلفائے راشدین میں کم تھا کیونکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت حاصل کر چکے تھے۔ لہذا انھیں آپ کے بعد اور کسی سے بیعت لینے کی ضرورت نہ تھی، پھر اس وقت اس بیعت سے فتنہ کا اندیشہ تھا کہ کہیں کوئی خلیفہ اس سے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ یہ اپنے لئے بیعت لے رہا ہے۔۔ اسی بناء پر اس فقیر حضرات خرقہ سے اپنے کام لیتے تھے۔ خلافت کے مفقود ہونے

حضرات صوفیہ نے بعیت کی۔ اس سنت کو زندگی بخشی۔ اور بقول حضرت
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ صوفیہ اس بعیت کو زندہ کرنے
سے اس حدیث کے پورے مصداق ہو گئے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جو میری مردہ سنت کو زندہ کرے گا اس کو اس کا ثواب
قیامت تک ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔

واضح رہے کہ بہت سے مشائخ طریقت رہبر کامل کے لئے بیعت کو
درجۂ وجوب سے آگے بڑھاتے ہیں۔ اور اس کا ہیرو "من لا شیخ لہ
فشیخہ الشیطان"
یعنی جس کو رہبر کامل نہ ہو تو اس کا رہبر شیطان ہے" پیش کرتے
مگر یہ حدیث نہیں۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مشائخ کا قول ہے
مگر کچھ بھی ہو باطن اور قلب کی حفاظت اور استقامت علی الطریق الحق پر قائم رہنے
کے لئے روحانی برکات و انوار ربانی اور دل کی ایمانی روشنی پانے کے لئے تمام
ذمہ وار علماء طریقت کی زیر بحث بیعت کے حامی اور عامل ہیں۔ حضرت
شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ "غنیۃ الطالبین" میں فرماتے ہیں!
"فالمشائخ ہم الطریق الی اللہ تعالیٰ والادلاء
والباب الذی یدخل منہ الیہ فلا بد لکل مرید للہ
عزوجل من شیخ

والشذوذ فیجوز ان یطفی اللّٰہ عبدًا من عبادہٖ
فیتولٰی اجتبیتہ وحراستہ من الشیطان"

ترجمہ: فرماتے ہیں مشائخ طریقت ہی اللّٰہ تک پہنچنے کے ذریعے ہیں،
وہی اس کے رہنما ہیں۔ پس ہر ایسے شخص کے لئے جو طالب رضا ہو ضروری
ہے کہ وہ کسی رہبر طریقت کے سامنے زانوئے ادب تہ کرے۔ فرماتے ہیں
بالا شاذ و نادر پیر طریقت کے بغیر بھی کوئی شخص منزل مقصود تک پہنچ
سکتا ہے۔ یہ بہت کم ہے ورنہ پیر کی ضرورت ہے"۔

پیر اور بیعت کی شرطیں

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رہبر طریقت کیسا ہونا
چاہئے۔ اور یہ کہ بیعت کی کیا شرطیں ہیں؟
اس کے متعلق حضرت مولانا شاہ ولی اللّٰہ محدث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ
قول الجمیل میں فرماتے ہیں:
لشترط من یاخذ البیعۃ امور احدھما علم
الکتب والسنۃ۔ اریدالمرتبۃ القصویٰ بل یکفی
من علم الکتب والسنۃ ان یکون قد ضبط

تفسیر المدارک والجلالین او غیرهما و حقق على عالم و عرف بمعانيه و تفسير الغريب و اسباب النزول والاعراب والقصص و ما يتصل بذالك. و من السنة ان يكون ضبط و تحقيق مثل كتاب المصابيح و عرف بمعانيه و شرح غريبه و اعراب مشكلها و تاويل معضله على دأب الفقهاء.

ترجمہ:۔ بیعت لینے والا یعنی مرشد کامل قرآن مجید کا عالم ہونا چاہیے بہت بڑا عالم ہونا ضروری نہیں، تاہم تفسیر مدارک، یا تفسیر جلالین یا اسی قسم کی تفسیر کسی محقق سے پڑھی ہو اور شان نزول، اعراب اور قصص سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔ تاکہ ناسخ اور منسوخ اور استنباط احکام سے کچھ آگاہی رکھتا ہو۔ اسی طرح علم حدیث میں فقہیانہ انداز سے مشکوٰۃ المصابیح جیسی کتاب کسی ایسے محدث سے پڑھا ہو، فقاہت و درایت سے موصوف ہو۔ اور مشکل و معضل[1] میں فرق کرنے کا سلیقہ رکھتا ہو۔ اور رہبر طریقت اور پیر کامل کی شرطوں میں سے حاوی ہونا پرہیزگار ہونا اور گناہوں سے بچنا بھی شامل ہے۔

---

[1] واضح رہے کہ اگر نحوی ترکیب کی وجہ سے اگر لفظ میں صعوبت اور اغلاق پیدا ہو جائے تو اس کو مشکل اور اگر معنی کی وجہ سے لفظ میں دقت آجائے تو اس کو معضل کہتے ہیں۔

مزید برآں ان عبادات کا پابند ہو. جو قرآن و سنت اور اقوال مشائخ کرام رحمہم اللہ سے ثابت ہوں۔ اور رہبر کامل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عامل اور عامل ہونا چاہیئے۔ اور فرماتے ہیں کہ مرشد کامل کی شرطیں یہ بھی ہیں۔

اَنْ یَکُوْنَ صَحِبَ الْمَشَائِخَ وَتَأَدَّبَ بِھِمْ دَھْرًا طَوِیْلًا وَاَخَذَ مِنْھُمُ النُّوْرَ الْبَاطِنَ وَالسَّکِیْنَۃَ وَھٰذَا لِاَنَّ سُنَّۃَ اللّٰہِ قَدْ جَرَتْ بِاَنَّ اَحَدًا لَا یُفْلِحُ اِلَّا اِذَا رَأَی الْمُفْلِحِیْنَ اِلخ

کہ پیر طریقت مشائخ کرام کی صحبت سے نہ صرف سرفراز ہو بلکہ کافی زمانہ تک ان سے آداب طریقت سے بہرہ اندوز ہو چکا ہو، اور نور باطن، سکینت اور قرار ان سے حاصل کر چکا ہو، کیونکہ اس دنیا میں ہمیشہ حق تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ آدمی نیکو کاروں کی ہی صحبت سے کامیاب اور کامران ہوتا ہے۔

ان مختصر تصریحات سے یہ نتیجہ نکلا کہ اصلاح قلب اور روحانی فیوض و برکات اور شیطان الرجیم کے وسوسوں اور خطروں سے بچنے کیلئے کسی ایسے صاحب کامل پیر طریقت، واقف اسرار حقیقت کے دست حق پرست پر بیعت کرنا ضروری ہے۔ جو مذکورہ بالا شرطوں پر پورا پورا اترتا ہو اور اس قسم کے پیر کامل کا شرعی حیثیت سے اعتقاد بھی درست اور اعمال

بھی ٹھیک ہوں گے۔ اور ایسے پیر رہبر کی اطاعت اور فرمانبرداری بہت ضروری ہے۔ اور اس کی متابعت کے بغیر منزل مقصود تک پہنچانا ناممکن ہے جیساکہ حضرت علامہ عارف رومی رحمۃ اللہ مثنوی معنوی بھی ولی مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

سایۂ یزدان بود بندہ خدا
مردۂ این عالم و زندہ خدا
دامن او گیر زوتر بیگماں
تارہی از آفت آخر زماں
کیف مد الظل نقش اولیاست
کو دلیل نور خورشید خدا ست
اندریں وادی مرو بے این دلیل
لا احب الآفلین گو چوں خلیل
روز سایۂ آفتابی را بیاب
دامن شہ شمس تبریزی بتاب
رہ ندانی جانب این سور و عرس
از ضیاء الحق حسام الدین بپرس

ترجمہ اشعار:۔

مرد کامل ایسا بندہ خدا ہے جو بلحاظ دنیا مُردہ اور

بے جان ہے۔ اور وجود سے محض بے خود اور بے خبر ہے۔ اور حقوق اللہ کے بجا لانے کے اعتبار سے زندہ اور باخبر ہے۔ لہذا ایسے مُربی کو غنیمت جان کر اُس کا دامن پکڑلے۔ اور یہ سبھی شکوک و شبہات سے پرہیز کرے۔ اِس کی اطاعت و اخلاص سے ہی خطرات قلبی سے محفوظ رہو گے۔ اگر تو مرشد کامل کا رتبہ دیکھنا چاہتا ہے تو قرآن شریف کی اِس آیت اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ کے اسرار و معانی پر غور کرلے کہ یہ نقش و منظر صرف اولیاء اللہ کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ اور انہیں حضرات کے سایۂ معرفت کی درازی اِس صفت سے موصوف ہے۔ لہذا پیر کامل کی اطاعت ہی سے تادم مرگ آفات اور وساوس سے محفوظ اور مامون رہو گے۔ رہبران طریقت آفتاب ربانی کے انوار ہیں۔ اور اِس وادی حیرت میں اِس روشن دلیل کے بغیر قدم مت رکھو بلکہ اِس کے ہدایات پر عمل کر کے باقی ممکنات سے حضرت خلیل علیہ السلام کی طرح یکسو ہو کر کہدو اِنِّی لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ وہ سایہ کون ہیں؟ جناب شاہ شمس الدین تبریزی رحمہ اللہ اور انہیں کا دامن مبارک تھام کر اور اسی سایہ آفتاب حقیقت سے منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ پس اگر مرشد ان شرطوں سے خالی اور عاری ہو۔ اُس کا ظاہر غیر شرعی اور باطن بے نور ہو۔ تو آپ ہی فرماتے ہیں کہ اِس سے دینی

خدمت: اصلاح باطن کیسے ہوا اور اپنے مُرید کے وساوس و خطرات کا کیا علاج کرے "آنکہ خود گم است کرا رہبری کند" یعنے جو خود گمراہ ہو وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کرے۔ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار تو ضرب المثل ہے۔ حضرت مولانا عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

اے بسا ابلیس آدم روی ہست
پس بہر دست نباید داد دست

فرماتے ہیں بہت سے شیطان سیرت نیک صورتوں میں آکر تمہارے سامنے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور چکنی چپٹی باتوں سے تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ لہذا بیعت کرتے وقت پہلے ان کو شریعت کی کسوٹی اور بزرگان دین کے بتائے ہوئے مسلمہ اصولوں پر پرکھو۔ اگر وہ ان کی ظاہری خوشنما باتوں میں ہرگز نہ آؤ کیونکہ وہ اس شعر کے پورے مصداق ہیں ؎



بگرفتہ اند بطامات الف لام خیلہ
بدنام کنندۂ نکو نام چند

بہرحال تمام اہل اللہ، دوستان خدا، مشائخ کرام اور طالبین حق نے ہمیشہ مرشد کامل کی ضرورت محسوس کی۔ اور قیامت تک ضرورت محسوس کریں گے۔ جیسا کہ حضرت مولانا حضرت داؤد خاکی رحمہ اللہ ورد المریدین میں اس مضمون کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں: ؎

ایں مشائخ را مسلسل اندر ارشاد و ادب
تا نبی اللہ و سید مرتضیٰ حیدر رسلا ست
ہر کہ اندر کشتیٔ ایں سلسلہ تشریف یافت
بے مشقت سیر او سوی خدا منجر شداست

ترجمہ: یعنی آداب طریقت میں مشائخ کرام کا سلسلہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ تک پہنچتا ہے۔ اور آپ کا طریقۂ عالیہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ کیونکہ جملہ مشائخ کرام کے سلاسل آپ ہی منتہیٰ ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں جو شخص مشائخ کرام کی سلسلہ کشتی یا طریقہ سہروردی میں داخل ہو جائے۔ تو وہ بغیر کسی مشقت کے رضای الٰہی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور فرماتے ہیں: ؎

یا علی صحبت بہ پیراں بہتر از طاعت است
ایں وصیت از نبیؐ با آں شہ خیبر شداست

یعنی پیران طریقت کی صحبت فرائض اور واجبات کے بعد بہترین عبادت ہے۔ یہی وصیت آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ کو فرمائی ہے (اس کی شرح مفصل آئے گی)

مگر واضح رہے کہ پیر طریقت واقعی پیر طریقت ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے سابقہ سطور میں

میں فرمایا ہے۔ گو ایسے پیر کامل کا وجود نہایت عزیز اور نادر ہے مگر ہیں تو ضرور۔ اور اُن کی تلاش اور جستجو میں رہنا ایمان کی علامت اور نشانی ہے اور جب ایسا رہبر کامل میسر ہو جائے تو مرید پر اس کے بے شمار حقوق و احسانات ہیں۔ حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ نے مرشد کی محبت کے بارے میں فرمایا :-

صوفی ایک مرشد سے وابستہ ہوتا ہے، پیر سے اس کی ارادت اور بیعت ہوتی ہے، ان تمام احکام کو دل و جان سے بجالانا فرض سمجھتا ہے۔ جو پیر کی طرف سے اس پر عائد ہوں۔ فرماتے ہیں کہ وہ تمام عمر اپنے پیر کو سر پر اُٹھا کر حج کرتا رہے تو بھی پیر کے حقوق کی ادائیگی سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ وہ صدق دل اور تعظیم سے اپنے مرشد کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو تے ہیں۔ حضرت گنج شکر اللہ رحمۃ اللہ نے دوسرے علماء اور مشائخ کی تعظیم پر بھی زور دیا ہے اور فرمایا کہ جو ان کو دوست رکھتا ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کو دوست رکھتا ہے۔ مگر پیری مریدی کو استحصال زر اور دنیوی اقتدار کے حصول کے لیے آلہ اور ذریعہ قرار دینا یا وعظ و تبلیغ کو ذریعہ معاش بنانا مشائخ طریقت کے نزدیک بالکل غیر مستحسن اور ناپسندیدہ ہے۔ جیسا کہ غنیۃ الطالبین میں اس کے متعلق کچھ تفصیلات موجود ہیں۔

جس طرح ہم نے اوپر رہبر طریقت کی شرطیں علامتیں بتائی ہیں اسی

طرح حضرات صوفیہ رحمہم اللہ نے درویش کی علامتیں بھی بتائی ہیں۔ مثلاً درویش کو چاہئے کہ چار باتیں اختیار کریں۔

(۱) اپنی آنکھوں کو بند کر لے کہ خدا کے بندوں کے عیب نہ دیکھ سکے۔

(۲) کانوں کو بہرا کرے کہ جو باتیں سننے کے لائق نہ ہوں ان کو سن نہ سکے۔

(۳) زبان کو گونگی کرے کہ جو باتیں کہنے کے لائق نہ ہوں ان کو نہ کہے۔

(۴) پاؤں کو لنگڑا رکھے کہ جب اس کا نفس کسی غیر ضروری یا ناجائز کام کی طرف لے جانا چاہئے تو نہ جا سکے۔

اگر یہ باتیں اس کو حاصل ہو گئیں تو وہ درویش ہے ورنہ وہ دروغ گو ہے۔

جو درویش اس دنیائے دنی کی عزت و جاہ کا خواستگار اور دنیا کے لطف و کرم کا خواہاں ہو وہ درویش نہیں ہے۔ بلکہ درویشوں کو بدنام کرنے والا اور طریقت کا مرتد ہے۔

جس درویش کے دل میں ذرہ برابر بھی دنیا کی محبت ہو گی۔ وہ مردود طریقت ہے۔

درویشوں کا طریقہ تحمل بھی ہے ایسا کہ اگر کوئی شخص اس کی گردن پر ننگی تلوار رکھے تو بھی اس سے وہ خوش رہے۔ اور اس کے لئے بددعا نہ کرے۔

(ماخوذ از بزم صوفیہ)

بہرحال قارئین کرام اس بحث سے اس نتیجہ پر پہنچ رہے ہوں گے۔ کہ شریعت محمدیؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ واصحابہ وسلم خشک اور بے روح فلسفہ کا کا نام نہیں ہے۔ اور نہ وہ ایسی تحریک کا نام ہے جو ظاہر سے آراستہ اور باطن سے خالی ہو بلکہ شریعت محمدیؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ واصحابہ وسلم جس طرح اپنے مقدس احکام سے ہمارے ظاہری حال کو سنوارتا اور درست کرتا ہے۔ وہ اسی طرح ہمارے قلب، ہماری روح اور ہمارے باطن کو بھی پاک وصاف دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر ظاہر کتنا بھی ٹھیک اور باشان وشوکت ہو مگر دل و دماغ اخلاق ذمیمہ سے آلودہ ہو تو وہ ایمان میں نقصان اور کمی ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور طریقت کا دعویٰ ہو مگر شریعت کے اصول کی پابندی اور تعظیم نہ ہو تو وہ طریقت نہیں ہے بلکہ وہ الحاد ہے۔ لہٰذا آپ ابنائے زمانہ کو اچھی طرح اس کسوٹی پر آزمایا کیجئے۔ جو ہم نے بیشتر سطور میں پیش کی۔ اور اب ہم اصلی مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت سید جمال الدین بخاری کی کشمیر میں تشریف آوری اور حضرت محبوب العالم کی تعلیم و تربیت

تاریخ حسن نے اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ آپ قطبوں کے قاید اعظم حاجی عبدالوہاب کے خلیفہ تھے۔ موصوف کا سلسلہ نسب چھ واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری تک پہنچتا ہے۔ اور وہ ولایت میں بڑی شان کے مالک ہیں۔ سلاطین کشمیر کے عہد کے آخری وقت میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اس جنت نشان والے ملک میں تشریف لائے۔ اور لولہ پورہ ت ایک شخص صالح حیرت خان کو ساتھ ذاکر احمد بنو کی خانقاہ میں بمقام ملک صاحب نزول اجلال فرمایا۔ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب اس عظمت والے بزرگ حضرت سید جمال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس برکت والے خانقاہ میں ڈیرہ ڈالا مجھے اسی رات کسی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تمہاری تکمیل کیلئے ایک پُر عظمت، محقق، مرد کامل حضرت سید جمال الدین بخاری قدس سرہٗ کو اس شہر میں پہنچایا ہے جس کے سلسلے

اور خلافت کی نسبت معنوی طور پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ اور آج رات ملک احمد بتو کی خانقاہ میں آرام فرمائیں۔ نہیں چاہیئے کہ کل ان کی خدمت میں جا کر ان کی بیعت کرنا مرید ہونا اور ان کی فرمانبرداری لازم جاننا۔ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس خواب کے بعد دوسرے دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آخری صف میں جوتیوں کے پاس اس طرح بیٹھ گیا کہ میرے پاؤں کے پور کو کسی نے نہ دیکھا یعنی ادب سے دو زانو بیٹھ گیا۔ اور ان کے دیدار کے نور سے دل کی بتی کو روشن کر کے اپنے غمکدہ میں واپس آیا دوسرے روز پھر گیا اور آخری صف میں بیٹھ گیا۔ حضرت سید نے مجھ پر شفقت کی نظر ڈال کر مہربانیاں فرمائیں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آج رات تمہارے حال مقام اور تمہارے باؤں کی بھید کو مجھ پر روشن کیا اور مجھے تمہاری تربیت کا حکم ہوا۔ اور آج میں نے تم کو اپنی تربیت و فرزندی میں قبول کیا۔ اور فرماتے ہیں کہ آنجناب نے مجھے اسی دن اپنی کلاہ مبارک عطا فرمائی۔ اور فرمایا اس کو اپنے سر پر رکھ دو، اور کچھ دن خلوت میں بیٹھا کرو، فرماتے ہیں واپس آیا اور آنجناب کے ارشاد کے مطابق خلوت میں بیٹھ گیا۔ اور اس کلاہ مبارک کی برکت سے عجیب و غریب حالات دیکھے۔ اور جب خلوت سے نکلا تو موصوف کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور پیش آمدہ واردات وحالات سے آنجناب کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد آپ چھ مہینے میری تربیت فرماتے رہے۔

اور دن بدن میری کیفیت ایک حالت سے دوسرے حال پر اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتی جاتی تھی تا آنکہ اس مقام پر پہنچا کہ غیبی اسرار مجھ پر پہلے سے زیادہ منکشف ہوتے گئے۔

تحفۂ مجذوبیہ میں مزید یہ بھی ہے کہ پھر حضرت سیدؒ نے حبس نفس، چار ضرب سلطان الاذکار کی مکمل تعلیم دی اور چھ ماہ تک میری خصوصیت کے ساتھ رہبری فرماتے رہے ہیں۔ اس کے بعد باقاعدہ مجھے خلافت نامہ عطا فرمایا اور تاکیداً ہدایت دی کہ "اگر طالب صادق پیش تو آید اورا دستگیری کن و این ودیعت را باو برسان" اگر سچا طلب گار آپ کے پاس کچھ سیکھنے کے لئے آجائے تو ان کو اچھی طرح تربیت کرنا اور یہ امانت جو ہم نے آپ کو سونپی ہے اس تک پہنچانا۔ حضرت مجذوب العالمؒ نہایت تواضع سے فرمایا کہ میں کون ہوں اور میرے پاس کون سیکھنے کے لئے آتا ہے۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا اگر میں آپ کی ذات میں مافوق استعداد اور اعلیٰ قابلیت کا سرمایہ نہ دیکھتا ہوتا تو خدا شناسی کے اسرار و رموز اور انوار کی تعلیم اور ارشاد نامہ عطا نہ کرتا۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ عنقریب بندگان دین اور حق آگاہ اولیاء کے گروہ کے گروہ مخلصانہ عقیدت و احترام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سیر و سلوک کے نکات و اسرار سیکھیں گے۔ بلکہ غیر صادق حاضرین کا حال بھی آپ پر منکشف ہوگا۔ مگر تبلیغ و اشاعت اسلام کا مشغلہ کبھی فراموش نہ کرنا۔ یہ فرما کر حضرت سید جمال الدین بخاریؒ ہندوستان تشریف لے جانے پائیں۔ ہر چند حضرت مجذوب العالمؒ اپنے پیر کامل کے ساتھ ہم رکاب اور رفیق سفر

ہونا چاہئے ہیں۔ مگر پیر کامل نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اس وقت ہم موقع و محل کی مناسبت سے حضرت سید جمال الدین بخاری رحمۃ اللہ کے مشائخ طریقت حسب بیان بعض سوانح نگار پیش خدمت کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں نقشہ ذیل ملاحظہ فرمائیے:۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۳ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ

۴ خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ

۵ شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ

۶ شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ

۷ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ

اَللّٰھُمَّ احْشُرْنِیْ مَعَھُمْ ۔

واضح رہے کہ حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ نے وردالمریدین میں حضرت سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ کا اس طرح تعارف کیا ہے۔

او بارشاد رہ شیخ المشائخ قطب حق
بندگی سید جمال الدین بحق رہبر شداست

ترجمہ:
حضرت محبوب العالم شیخ المشائخ قطب حق جناب عظمت پناہ رفعت دستگاہ سید جمال الدین بخاری رحمۃ اللہ کے ارشاد و رہبری سے ہر طالب حقیقت کیلئے رہبر کامل واقع ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اس کا سلسلۂ عالیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

دی ہم از ارشاد قطب عالم و نواب او
درمیان مرشدان این سلسلہ مفتخر شداست

ترجمہ:۔
حضرت سید نے روحانیت کا چشمہ فیض قطب عالم اور آپ کے خلفاء سے حاصل کیا تھا۔ تمام رہبران طریقت کے ہاں یہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ ممتاز اور قابل فخر بنا ہوا ہے۔ پھر آپ قطب عالم کے متعلق فرماتے ہیں ؎

آں بخاری نسبت و سید جلال الدین لقب
قطب عالم بودن و مخدومیش اشہر شداست

ترجمہ :۔

آپ (یعنی حضرت سید جلال الدین بخاری) بخارا کے رہنے والے تھے آپ کا اسم گرامی سید جلال الدین تھا۔ آپ کا قطب عالم اور مخدوم جہانیاں ہونا دنیا بھر میں مشہور ہے۔

لقب سے مراد اس مقام پر اسم گرامی ہے اور عام طور پر مخدوم جہانیاں "جہاں گشت" کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے عید کے روز حضرت زکریا ملتانی، حضرت شیخ صدر الدین اور حضرت شیخ رکن الدین کے مزاروں پر جا کر مراقبہ کیا۔ اور مراقبہ میں عیدی طلب کی، تو ان بزرگوں کی جانب سے عیدی "مخدوم جہانیاں" کا لقب ملا۔ اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو راستہ میں جو کوئی دیکھتا تو بے اختیار کہتا کہ "مخدوم جہانیاں" آتے ہیں۔ چونکہ آپ نے بہت سیاحت کی اس لیے "جہاں گشت" بھی کہلائے۔ ان کی سیاحت کے متعلق "اخبار الاخیار" میں لکھا ہے :۔

"سیاحت بسیار کردہ اند۔ از بسیار از اولیاء نعمت و برکت یافتہ" کہ آپ نے بہت سیاحت کی۔ اور بہت سے اولیاء سے نعمت و برکت حاصل کی۔

آپ کے دادا کا نام بھی سید جلال الدین ہی تھا مگر وہ جلال الدین سرخ سے مشہور ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت سید جلال الدین بخارا سے بھکر اور بھکر سے ملتان آکر حضرت بہاء الدین زکریا سے بیعت کی۔ اور تعلیم و تربیت کے بعد خرقہ خلافت

بھی پایا۔ حضرت مخدوم جہانیاں کی ولادت باسعادت ۷۰۷ھ میں بمقام اُچہ ہوئی۔ اور آپ کی وفات ۷۸۵ھ بمقام اُچہ میں ہوئی ہے۔ اس کی طرف کچھ اشارہ حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر میں ملتا ہے۔

خطّا پاک زمین اُچہ در ہند وسندھ است

از صفای مرقدش با زینت وبافر شدایست

کہ ہندوستان کی سرزمین میں مقدس خطّہ اُچہ آپ کے مزار جنت آثار کی بدولت مزیّن و باشان و شوکت ہوا۔

بہرحال یہ ہیں حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ کے جد اعلیٰ حضرت جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ کے مختصر حالات تفصیل ان شاء اللہ حصہ سوم میں آئے گی۔ اب رہے آپ کے نواب اور خلفا تا حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ ان کا ذکر شجرۂ پیران طریقت میں آ ہی چکا ہے یعنی مخدوم سید ناصر الدین بخاری مخدوم سید شاہ کبیر نو بہار صاحب دستار، مخدوم سید شاہ ابوالفتح رکن الدین، مخدوم سید شاہ ابوالشیخ رکن الدین، مخدوم سید شاہ محمود ابوالقاسم، مخدوم سید محمد سید شاہ جعفر، مخدوم سید عبدالوہاب دہلوی یہ حضرات مخدوم جہانیاں کے نواب ہیں تا حضرت سید جلال الدین بخاری رحمہم اللہ۔ یہ سب حضرات ولایت کے آفتاب اور معرفت کے ماہتاب ہیں۔

آج بھی بزبان حال حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ اپنے سلسلۂ عالیہ کے بزرگوں کی طرف دیکھ کر اگر فرزدق کا یہ شعر پڑھیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلہم ۔۔۔ اذا جمعتنا یا جریر المجامع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر حالات حضرت بابا داؤد خاکیؒ

ذکرِ جمیلِ آفتابِ حقیقت، ماہتابِ طریقت، پیشوائے شریعت و مقتدائے اربابِ معرفت امام حقانی، ابوحنیفہ ثانی حضرت شیخ بابا داؤد خاکی قدس اللہ سرہٗ و روّح اللہ روحہٗ؛

آنجناب کا نام ونسب

آنجناب کا اسم گرامی "دولت" داؤد لقب، بابا[1] بھی آپ کا لقب ہے۔ خاکی تخلص، والد بزرگوار کا نام خواجہ حسن گنائی، جدِ امجد یعنی دادے کا نام نتو گنائی ہے۔

---

[1] آپ عموماً بابا کے لقب سے ملقب کئے جاتے ہیں جس کے معنی بڑے عالم اور گرجے کے پوپ کے آتے ہیں جیسا کہ "المنجد" میں لکھا ہے باقی حصہ [illegible]

سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آنجناب کی ولادت باسعادت سنہ ۹۲۸ھ میں ہوئی ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش "دیدۂ رشادت" کے لفظ سے صادر ہوتی ہے۔ حسنِ اتفاق سے حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی رحمۃ اللہ کا بھی یہی سال پیدائش ہے۔ یعنی سلطان محمد شاہ، شاہ میری کے تخت نشینی کے چوتھے[۲] سال حضرت خاکیؒ کی ولادت ہوئی۔

آنجناب کا خاندان

واضح رہے کہ آپ کے آباءِ کرام "گنائیؒ" سے مشہور و معروف ہیں۔ زمانۂ سابق میں "گنائیؒ" "انشاء پرداز" اور "میر منشی" کو کہتے تھے۔ چونکہ آپ کے آباؤ اجداد انشاء پردازی اور خوش نویسی میں یکتائے روزگار تھے۔ اس لئے آپ کے آباءِ کرام گنائیؒ کے لفظ سے پکارے جاتے تھے۔ خاص کر حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ عنفوانِ جوانی ہی میں فنِ کتابت میں درجۂ امتیاز حاصل کر چکے تھے تو یہ لفظ آپ کے لئے اور بھی زیادہ باعث

البا با بڑا عالم، گرجے کا سردار، پوپ ب جمع بابوات آتی ہے۔ دیکھو "المنجد" بحث ب
چونکہ پہلے زمانہ میں بابا بڑے عالم کو کہتے تھے۔ اس لئے حضرت خاکی رحمۃ اللہ کمالِ علم
وفضل کے سبب اس لقب سے نوازے گئے۔ مگر یہ لفظ (باقی ص پر)

باعثِ امتیاز و خصوصیت بنا۔ آپ کے والد بزرگوار حسن رحمۃ اللہ نہایت نیک اور پارسا تھے۔ منقول ہے کہ آپ اجازت حاصل کئے بغیر دعائے سیفی پڑھتے تھے جس سے بجائے فائدہ نقصان ہوا کہ سخت خلل ہو کر راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

حضرت خاکیؒ کی عمر شریف بہت کم تھی جب آپ کے والد بزرگوار نے وفات پائی۔ ان کے سانحۂ وفات کے بعد تھوڑے ہی زمانہ کے بعد اسی مصیبت پہ یہ اضافہ ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی بھی جلدی وفات ہو گئی جس سے آپ کا خاطر عاطر اور بھی رنجیدہ ہوا۔ بایں ہمہ آپ نے ہمت و ثابت قدمی سے کام لے کر گھر کی ذمہ داری اور امور خانہ داری انجام دی۔ اسی کے ساتھ ساتھ تحصیل علم خطاطی و خوشنویسی میں ید طولیٰ اور پوری مہارت حاصل کی۔ اور سلسلۂ تحصیل علم کو بدستور جاری رکھا۔

عصر ہی اس معنی کے لحاظ سے متروک الاستعمال ہے۔ اور غالباً کثرت علم و عبادت کی وجہ سے آپ کو داوڈ کا لقب دیا گیا ہے ورنہ آپ کا پدری نام دولت ہے۔ فقط۔

اساتذۂ کرام کا اجمالی ذکر

آنجناب کا عہد علمی لحاظ سے نہایت محمود و مبارک تھا۔ اور جگہ جگہ اسلامی مدارس اور دینی مکاتب قائم تھے۔ اگرچہ کشمیر کے لوگ بہت دیر کے بعد اسلام سے باقاعدہ متعارف ہوئے۔ مگر حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ کی بدولت اسلامی علوم و فنون نے کشمیر میں مقدم الذکر [illegible] کے اندر بہت زیادہ نشو ونما پائی تھی۔ منجملہ آں خانقاہ معلّیٰ کے ارد گرد محلہ بہاؤ الدین پورہ میں ایک اچھا خاصا مدرسہ تھا جس کے صدر مدرس سید اسمٰعیل شامی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آنجناب نے بھی اس مدرسہ میں جاکر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے ملّا بصیر سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ یہ استاد نہایت باکمال اور تجربہ کار تھے۔ اپنی مسجد واقع خندہ بھون نواکدل میں درس و تدریس فرماتے تھے۔

ملّا بصیرؒ کی وفات سنہ ۹۶۳ھ میں ہوئی۔ حضرت صرفی رحمۃ اللہ علیہ نے مرثیہ لکھا جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

آں فاضل علم و ادب بود بصیر از فضل رب — تاریخ او گفتش زآں سبب شد عالم تفسیر داں

حضرت خاکیؒ نے ملّا بصیر سے پورا استفادہ نہیں کیا۔ تکمیل علم کے لئے میر رضی الدین کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے (یعنی میر رضی الدین)۔ خاندانی مجدؒ و شرافت کے علاوہ میرزا حیدر کاشغری کی عملداری کے زمانہ میں دار العلوم محلہ قطب الدین پورہ سری نگر کے تقریباً تین سال صدر مدرس اور متولی رہ چکے تھے۔ اس درسگاہ میں ملّا فیروز گنائیؒ جو کہ مفتی اعظم اور بلند پایہ مدرس تھے۔ اُنہوں نے بھی میر رضی الدین سے استفادہ علم کیا تھا۔ میر رضی الدین کی وفات کے بعد حضرت خاکی رحمہ اللہ نے ملّا فیروز گنائیؒ سے علم و ادب حاصل کیا۔ اس مدرسہ سے فراغت کے بعد آنجناب نے مزید تعلیم مرزا افضل سے پائی ہے۔ اور روایت ہے کہ آنجناب نے علم حدیث کی تکمیل حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمائی ہے۔ اگرچہ حضرت صرفی آپ کے ہم سبق رہے تھے مگر آپ نے علم حدیث کی تکمیل اُن سے اسلئے فرمائی کہ انہوں نے حضرت حافظ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ سے علم حدیث کی سند حاصل کی تھی۔

علمی و ذہنی قابلیت و برتری

صاحبِ "تذکرۃ العارفین" لکھتے ہیں۔

"در شش سالگی قرآنِ مجید را ختم کرده تراویح خواند۔ بعد ضبط فرقان

جمسد در خواندن علوم اشتغال آوردہ و در ہجدہ سالگی از درس و تحصیل فارغ شدہ در فقہ وغیرہ بر چہ از مشکلات فقہ وغیرہ در حدیث الیشان رسیدہ ہمہ را درس گفتے و بر خیر از علوم عربی و معمات نظم در نظر فیض اثر الیشان در آمدے باندک ، ازمعانی عقدار خانی آں واشد درآخر چوں اختر سعادت الیشان از مطلع اقبال ، طالع گشت حضرت شیخ حمزہ را دریافت و بخدمت الیشان بہ شتافت ۔

حاصل ترجمہ: آپ نے چھ سال کی عمر میں کلام اللہ حفظ کیا۔ اور تراویح میں ختم قرآن کریم فرماتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے اس عہد کے قواعد وضوابط کے مطابق تمام علوم متداولہ مروجہ میں دستگاہ اور پوری مہارت حاصل کی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی۔ فقہی مشکلات اور دیگر علوم کا درس نہایت بیدار مغزی سے دیا کرتے تھے۔ فقہ کے علاوہ تمام علوم عربیہ اور شعر و شاعری کی معمولی توجہ سے حاصل فرمایا کرتے تھے۔ آخر الذکر جب کہ آپ کا طالع بلند ہونے لگا اور قسمت یاوری کرنے لگی اللہ ربانی عنایت و مہربانی نے اپنے دین کی خدمت کے لئے آپ کو چن لیا۔ تو آنجناب ۔ ۔ کو حضرت محبوب العالم قطب حرم جھیار ہی نصیب ہوا۔

شاہی دربار میں رسائی

بہر حال حضرت علامہ خاکیؒ پہلے علم و ہنر اور شعر و سخن میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ اتنا کمال ہر علم و فن میں حاصل کرتے ہیں کہ شاہی دربار تک

رسائی ہوتی ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے آباء کرام کو فن خطاطی کی مہارت کی بناء پر دربار شاہی سے کچھ تعلق تھا کا توجب سلطان علی شاہ والی ملک تک آپ کی علمی قابلیت وصلاحیت کی باتیں پہنچیں تو آنجناب کو بادشاہ نے اپنے مخصوص مشیروں، مشوروں اور میر منشیوں میں شامل فرمایا۔ سلطان علی شاہ اگرچہ شیعہ مسلک کا علمبردار تھا۔ باایں ہمہ علم نواز اور اہل علم کا قدر شناس ضرور تھا۔ اس لئے جوں جوں آپ کی قابلیت کے جواہر پارے بادشاہ کے سامنے ظاہر ہونے لگے تو وہ اسی قدر آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے آپ کو (حضرت خاکیؒ) اپنے بیٹے یوسف شاہ چک[1] کا اتالیق بھی مقرر کیا۔ اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آنجناب کو سرکاری مدارس کا ناظم تعلیمات اور ساتھ ہی مفتی اعظم (قاضی القضاۃ) کا عہدہ بھی سونپا۔ اور گذر اوقات کے لیے سالانہ ایک سو خروار شالی اور دو اشرفیاں روزانہ مقرر کیں۔ اسی طرح حضرت خاکیؒ اپنے عہدوں پر فائز رہ کر نہ صرف شاہی دربار میں معتمد علیہ تھے بلکہ شعبہ تعلیم اور درس و تدریس سرآمد روزگار اور فخر اہل زمان بن گئے۔

---

[1] نوٹ: یہی یوسف شاہ چک و آخر میں علمائے اسلام کا دشمن بنا اور شیخ موسیٰ کو شہید کیا۔ حضرت محبوب العالمؒ اور بڑے اکابرین کو شہر بدر کیا۔ حقیقت ہے کہ جب فطرت کج اور طبیعت ناری ہو تو وہ کب سیدھی اور نوری بن جائے ۔

بناداں آنچناں گردن چنان ست
که بدکردن بجائے نیک مرداں

(سعدیؒ)

حضرت محبوب العالم سے بیعت وخلافت

غرض اب آپ شاہی دربار سے وابستہ ہوکر علم وفضل کے باوجود شاہانہ زندگی گذارنے لگے تھے۔ مگر بقول رومی رحمۃ اللہ علیہ

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اسی دوران ایک دن آپ آپ مسکن خانہ نا وہ پورہ سے کشتی میں سوار ہوکر نالہ مار سے شاہی دربار کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ اور جب ملاح یعنی کشتیاں کھانش پورہ کے دسری نگر نزدیک مخدوم منڈو پہنچے تو ملاحوں نے شور وغل مچایا کہ "ملا دولت حضرت خاکی" شاہی دربار میں تشریف لے جارہے ہیں۔ حسن اتفاق سے اس وقت حضرت محبوب العالم سلطان شیخ حمزہ کشمیری مسجد شریف میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے مبارک کانوں تک ملاحوں کی آواز اور شور وغل پہنچا تو آپ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ یہ شور وغل کیسا ہے؟

حاضرین نے عرض کیا کہ "ملا دولت" دربار میں جارہے ہیں۔ یہ جواب سن کر آنجناب حضرت محبوب العالم نے علمائے دین کی جاہ طلبی اور دنیوی ناپائیدار ہوس اور اقتدار پر اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ ابیات پڑھے ہیں۔

گفت اے وائے آنکہ مردہ دل است | گر بایں علم در جہاں عمل است
ہر کہ علم از برائے دنیا خواند | ہیچو خر پای او بگل درماند
بار خرگر ہمہ کتب باشد | سود ندہد چو در عجب باشد

ترجمہ:

(۱) افسوس یہ لوگ کیسے مُردہ دل ہیں کہ اس قدر علم و فضل ہوتے ہوئے بھی دُنیا طلبی اور جاہ پرستی میں مبتلا ہیں۔

(۲) جس نے دُنیا کمانے کے لئے علم دین حاصل کیا وہ گدھے کی طرح کیچڑ کے دلدل میں جا پھنسا۔

(۳) ناعاقبت اندیش مُردہ دل اگر تمام کتابوں کا حامل اور عالم بھی ہو تو بے کار اور بے سُود۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد حضرت محبوب العالمینؒ نے اپنے ایک خادمِ خاص کو حکم دیا کہ اسی طرح حضرت خاکیؒ کے پاس جاؤ اور آپ کو میرا سلام و دُعا پہنچاؤ۔ بعد سلام اُن سے میری طرف سے کہنا کہ سائل ایک دینی مسئلہ آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ ابھی مخدوم منڈہ میں تشریف لائیں گے تو کمال مہربانی ہوگی۔

قاصد نے حضرت خاکیؒ تک سلام و پیام پہنچایا تو حضرت خاکی فوراً بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہوئے۔ یکایک مجلس محلیؒ میں پہنچتے ہی آنجناب کے دل و دماغ سے جاہ طلبی اور نفس پرستی کی نفرت ہوگئی۔ علیک سلیک کے بعد حقائق آگاہ محبوب العالمؒ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ؎

حق انسان بدیں شمائل کرد	نسخۂ جامع فضائل کرد
باگلے کہ بوالعجب دارد	چند انفاس روز و شب دارد

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہزاروں خوبیوں سے آراستہ کر کے پیدا کیا۔ سچ تو
یہ ہے کہ ذاتِ قدیم الصفات نے تو اس کو اپنی قدرتِ کاملہ کا ایک عجوبہ بنایا
ہے تو فرمائیے اے خاکیؒ یہ عجیب و غریب مخلوق رات دن میں کتنے سانس
لیتا ہے؟ حضرت خاکیؒ نے جواب میں فرمایا کہ علماء کے فرمانے کے مطابق اتنے
سانس رات دن لیتا ہے جتنے حضرت مرسلین کی تعداد و شمار ہے۔ اس پر آن
پیرِ حقیقت تنویر نے فرمایا جس نے ایک سانس غفلت میں کھینچی انصاف کی
رُو سے اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت خاکیؒ نے جواب میں فرمایا گویا اس نے ایک
پیغمبر کو شہید کیا۔ یہ جواب سن کر حضرت محبوب العالم نے حضرت خاکی رحمۃ اللہ
سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ خاکی صاحب جب کہ آپ اتنے بڑے عالم
و فائق ہیں تو اس غفلت و جاہ پرستی اور اس حشمت و جاہ پرستی کے کیا معنی
ہیں؟ حضرت پیر آفاقی کی تنبیہ پر حضرت خاکی پر بیخودی کا عالم طاری ہو گیا اور
ہوش میں آتے ہی عرض کرنے لگے کہ حضور! بندہ کو اپنی خدمت و چاکری کا
شرف عنایت فرمائیے۔ حضرت محبوب العالم نے حضرت خاکی کی التجا قبول فرما
اور آپ کو استنجاء کے ڈھیلے اور نمازِ تہجد کے لئے پانی مہیا کرنے کی ذمہ داری
سپرد کی۔ اور حضرت خاکی نے اس خدمت کو سچے دل اور پورے فخر و انبساط
سے قبول کیا کیونکہ تمام بھلائی اسی میں تھی۔ یہ خدمت آپ نے لگاتار دس
سال تک انجام دی۔ آنجناب کا یہ ذمہ داری سونپنے اور تفویض کرنے سے

یہ مقصد تھا کہ حضرت خاکی کا دل و دماغ جاہ پرستی اور انانیت کو رخصت کرے اور معرفت الٰہی قبول کرنے کے لیے اُن کا نفس و روح مستعد و آمادہ ہو جائے ؎

بندگی باید ہمیں زادگی منظور نیست

اور اس خدمت کے عوض میں حضرت محبوب العالم نے آپ کو کلاہ مبارک عنایت کی جس کا ذکر خود حضرت خاکی اس طرح فرماتے ہیں:

ایں کلاہ پوشیدن دیں خرقہ پشمیں کہ دارد
بندہ را بہ از قبائی و شاہی و افسر شد است

اب حضرت خاکی رحمۃ اللہ نے باقاعدہ بیعت کرنے اور مریدوں کی فہرست میں شامل ہونے کی درخواست کی۔ آپ (محبوب العالم) نے فرمایا کہ پہلے اس بارے میں استخارہ کیجئے۔ اور میں بھی کروں گا۔ اور دونوں دیکھیں گے کہ مرید اور مراد میں کوئی روحانی ربط و ضبط ہے بھی کہ نہیں۔ چنانچہ حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ پیر آفاقی کے ارشاد سے رات کو استخارہ فرماتے ہیں۔ اور خود بھی محبوب العالم استخارہ فرماتے ہیں جو اصل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی بنا پر سنت ہے۔ استخارہ کرنے کے بعد صبح کو جب حضرت خاکی شیخ العرفا کی خدمت میں پہنچتے ہیں تو حضرت شیخ آپ سے دریافت فرماتے ہیں کیا کچھ دیکھا؟ مرید صادق نے جواباً عرض کیا کہ یوں دیکھا گویا صبح کے وقت نماز فجر پڑھنے کے لیے ٹھہرے ہیں اور اچانک آفتاب عالمتاب پوری رعنائیوں سے مشرق کی طرف ضوفشاں نکلا

ہوا اور اس کی شعاعیں ہم پر پڑ رہی ہیں۔ اور نماز فجر میں تاخیر ہوئی، جس کے سبب میں حیران ہوا۔ حضرت سلطان العارفین نے اس خواب کی تعبیر میں فرمایا صبح کا ظاہر ہونا اس وقت کی روحانی دولت پانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور طلوع آفتاب نور معرفت حاصل ہونے کی آگاہی بخشتا ہے۔ پھر آنجناب ہمایوں خطاب نے اپنا خواب فرمایا کہ میں نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گھنے درخت والے باغ میں گل گشت کرتے ہوئے دیکھا اور آنجناب کی زبان خوشتر ترجمان صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شعر جاری تھا۔ ؎

قلم گفتا کہ من شاہ جہانم — قلم کش را بہ دولت می رسانم

حضرت محبوب العالم رضؓ نے خود تعبیر فرمایا کہ "اس سے آپ ہی مراد و مقصود ہیں۔ کیونکہ منشی و انشاء پرداز آپ ہی ہیں کہ اس فن میں آپ ہی کمال اور مہارت رکھتے ہیں۔ اور فرمایا کہ لفظ "دولت" سے آپ کی طرف اور زیادہ عجیب و غریب اشارہ ہے۔ کہ آپ کا اصلی نام تو دولت ہے۔

مختصر تشریحات کے استخارہ سے پیر کامل اور مرید صادق بالجملہ زیادہ خوش ہوئے۔ اور حضرت خاکی نے پورے ولولہ اور عشق و محبت سے پیر آفتاب کی طرف بیعت کرنے کے لیے اپنے ہاتھ بڑھائے۔ اور آنجناب نے آپ کو اپنی بیعت میں لے کر اپنا حلقہ بگوش (مرید صادق) بنایا۔ اور اس وقت مشائخ کرام کی عادت قدیم کے مطابق شیخ خاکی کو اپنے کچھ تبرکات شریفہ عنایت کیے جن ذکر وردالمریدین کے ان ابیات میں آپ فرماتے ہیں:۔

در جہادِ نفس با محمود جبہ بند ایں خرقہ ام

ایں عبا چوں نیزہ یاں طاقیہ مختصر شدہ است

آں مصلّی و عبائے تفرقہ کابل نظم نمود

بہر جنگ نفس با محمود بیم ام مختصر شدہ است

مجھے امید ہے یہاں قارئین کرام بخوبی اندازہ کرلیں گے کہ یہ خرقہ کس چیز کا نام ہے؟

عشق آساں نمود اول و لے افتاد مشکلہا

دو تاریخی واقعات

(۱) ایک دن پیر مرشد حضرت محبوب العالم کو پانچورہ جانا تھا تو آپ کی سواری کے لئے ایک مخصوص گھوڑا جو دِرنامی تھا۔ آپ نے صوفی الہداد کو ہدایت کی کہ گھوڑے پر زین کسنے کے بعد حضرت خاکی کو حکم دینا کہ کمربند باندھ کر گھوڑے کے آگے آگے دوڑیں۔ آپ نے یہ خدمت خندہ پیشانی سے انجام دی مگر جب آپ اپنے دولت خانہ کے نزدیک ناوہ پورہ پہنچے بنا بر بشریت تھوڑے شرمائے کہ کل کے وزیر تعلیم اور مفتی اعظم آج

یعنی زریں پوش ملک صفت بادشاہ گھوڑے کے آگے کمربند خدمت
باندھے آگے آگے دوڑ رہے ہیں اس لئے طبعی شرم کی وجہ سے اپنے
دامن سے اپنا منہ ڈھانکا تاکہ پہچانے نہ جائیں۔ بس اتنا کرنا تھا
کہ پیر حقیقت بیں مرید کی یہ حرکت تاڑ گئے اور بھانپ لیا کہ
ابھی مرید کا نفس توسن کما حقہٗ رام نہیں ہوا۔ اسی لئے اور
بھی زیادہ سخت طریقہ سے علاج فرمایا وہ یہ ہے کہ پانپور کو
اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف کرنا تھا کہ حضرت خاکی کو حکم
سلطانی ہوتا ہے۔ زعفران زار زمین کے شگوفے دیکھنے کے لئے پانپور
جاتا ہے۔ لہٰذا آپ (خاکی) کمربند کے بجائے گھاس کی رسی
باندھیں اور پاؤں میں پولہ گھاس کا جوتا پہن کر سلطانی گھوڑے
کے آگے آگے دوڑیں۔ آپ نے یہ حکم بھی پورے فخر و انبساط
سے قبول کیا

اس کے بعد حضرت پیر کامل نے مرید صادق کو شنگیال
پہاڑ پر پانچ چلہ ساڑھے چار سال تک پورے تسلسل کے ساتھ
کرنے کا حکم دیا جس میں خلوت نشینی ذکر و مراقبہ کرنے کا حکم دیا۔
دور یا تنہائی میں اکیلا رہ کر صرف ذکر و فکر اور مراقبہ میں رہیں اور تخلیہ
میں قسم قسم کی باتوں سے دور رہیں۔ حضرت خاکی نے اس نسخۂ کیمیا
کو قبول کیا اور مکمل طور پر عامل ہوئے البتہ آخری ایام میں ایک دن

ایک علمی اشکال پیش آیا تو آپ نے اپنے خادم کو ایک پرچہ اسی مضمون کا لکھ کر دیا کہ میرے گھر جا کر تفسیر بیضاوی لا کر دو۔ اتفاق سے یہ خبر حضرت پیر رنجن صبر تک پہنچی تو آپ ناراض ہوئے اور حضرت خاکی کو پیغام بھیجا کہ اب خلوت نشینی کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے گھر جا کر اپنا پیشہ درس و تدریس اختیار کریں۔

بعد میں حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سے معافی چاہی اور ان کے حکم سے اس کو پھر دوسری دفعہ خلوت نشینی اختیار کی۔ اسی زمانہ میں سنگھ پال پہاڑی پر سلطان سکندر کاشغری کی فوج کو کشمیری فوج کے ساتھ آمنا سامنا ہوا مگر آپ اذکار و اشغال میں اس قدر مشغول و مصروف تھے کہ اس لڑائی کی خبر تک نہ ہوئی۔ خلوت نشینی کا وقت پورا کرنے کے بعد آنجنابؒ اپنے مرشد کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

سفرِ مُلتان

مصنف "تذکرۃ العارفین" علی بن عثمان رینہ برادر حضرت محبوب العالمؒ لکھتے ہیں کہ جب علامہ خاکیؒ نے اپنے مرشد پر اپنے واردات قلبی پیش کئے تو آنجناب رفعت خطاب نے حضرت خاکی کو ملتان جانے کا حکم فرمایا۔



سہروردیہ کے بڑے بڑے مشایخ کے مراقد اور خوانق ہیں۔
اور حکم ہوا کہ ان حضرات کی خانقاہوں میں چندے قیام کر کے اُن کے
روحانی فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہوں۔ اور فرماتے ہیں
کہ جب حضرت خاکی ملتان میں تھے تو میں بھی ان دنوں وہاں آیا تھا۔
اتفاق سے میں نے آپ کو ملتان میں دیکھا مگر حضرت شیخ نے
مجھے پہچانا نہیں۔ اتفاق سے شبانہ ہمارا رہنا اور قیام ایک جگہ واقع
ہوا پھر جب آپ نے سلسلہ سہروردیہ کے بعض مشہور اوراد و وظائف
پڑھے اور آخر میں اسی سلسلہ علیہ کا شجرہ مبارکہ پڑھا اور میں نے وہ
پورے دھیان سے سنا تو میرے دل میں آیا کہ یہ محترم عزیز
حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیری رحمۃ اللہ کے مرید خاص ہوں گے۔
چنانچہ میں نے نزدیک آ کر آپ سے دریافت کیا کہ کشمیر میں حضرت
شیخ حمزہ رحمۃ اللہ مخدوم کشمیری رہتے ہیں، وہ اس وقت بقید
حیات ہیں؟ آپ نے اصل بات کا جواب تو نہیں دیا البتہ میرا سوال
سن کر میرے ساتھ لطف و مدارت کے ساتھ پیش آئے۔ اسی
دوران حضرت شیخ حمزہ کشمیری روحانی طریقہ پر جلوہ گر ہوئے۔
اور حضرت شیخ خاکی کو میری اصلیت و قرابت سے آگاہ کیا تو یہ سن
کر آپ نہایت محظوظ ہوئے۔ آپ نے وردالمریدین مجھے اسی وقت
دکھائی جس کے مطالعہ سے میرے سینہ کی تختی صاف و شفاف

ہوئی اور آنکھ کی پتلی پر نور کی کرنیں بڑھنے لگیں۔ مزید برآں حضرت مصنف مذکورہ لکھتے ہیں:۔
میں ملتان سے خراسان گیا اور حضرت شیخ خاکی رح حضرت مخدوم جہانیاں رح کے روضہ مبارک پر قیام پذیر ہوئے۔ وہاں آپ نے اپنے سوالات کے جوابات برابر پائے۔ اور مصنف مذکور لکھتے ہیں کہ جب میں خراسان سے واپس آیا تو حضرت مخدوم جہانیاں رح کے آستانِ عالیہ کے مجاوروں کی ایک جماعت نے آپ کے بارے میں مجھ سے فرمایا کہ حضرت خاکی رح نے فلانی شب آستان عالیہ میں سوال کیا اور اس کا جواب بھی سننے میں آیا۔ آیا الشان پر کسے ظاہر نہ فرمونلہ۔ مگر آپ نے خود اپنی زبان ترجمان ولادیت سے اس کا اظہار کسی سے نہیں کیا۔ اسی طرح آپ (خاکی رح) نے حضرت مخدوم جہانیاں کے آستانہ فیض کاشانہ میں نماز ظہر کے بعد اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا تلاوت کی۔ کہ یکایک خوانچہ نعمت کی روضہ مبارک کے اندر سے ظاہر ہوا۔ حالانکہ اس مکرم روضہ کے باہر سے کوئی یہ خوانچہ نعمت نہیں لایا تھا بلکہ خالص حضرت شیخ خاکی رح کے لئے من جانب اللہ ظاہری وسائل واسباب کے بغیر نمودار ہوا جو آپ نے مجاورین و حاضرین میں تقسیم فرمایا۔ اس قسم کی بہت سی کرامتیں وہاں ظاہر ہوئیں۔ یہ قبر پرستی نہیں بلکہ روحانی اسرار و معارف اور بزرگان دین کے معنوی کمالات ہیں۔ جن کو تمام مسلم الثبوت علماء امت نے قبول کیا حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

نے رجحاناتِ خاصہ رکھنے کے باوجود مشاہدہ کیے فوائد سے انکار نہیں کیا بلکہ اُن کو مان لیا کیا الا یخفی علی من طالع کتبنا بالامعان والاتقان۔ البتہ اِس قسم کی کرامتیں اور فتوحات سالک کے مقاصد ذاتیہ سے بالکل الگ ہیں۔

مختصر یہ کہ آنجناب نے ملتان سے فیوض و برکات حاصل کر کے کشمیر کی طرف مراجعت فرمائی۔ اسی دوران کچھ مولوی صاحبان نے بغض و حسد کی وجہ سے مشہور کیا کہ حضرت خاکی نے سفر میں انتقال فرمایا[۱] مگر حضرت محبوب العالم رحمتہ اللہ فرماتے تھے کہ میں اُن کو زندہ دیکھتا ہوں اور وہ عنقریب بصد کرامت وسعادت وارد وطن مالوف ہوں گے۔ چنانچہ آپ کی پیشگوئی سچی ثابت ہوئی۔ اور علامہ خاکی رح صحت وسلامتی کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔

---

[۱] مخفی نہ رہے کہ آج کے اِن علماء کرام کے آبا و اجداد نے حضرت شیخ الاسلام علامہ بابا داؤد خاکی کو نہیں چھوڑا تو ہم کس قطار میں ہیں۔ خصوصاً اِس وقت جن علمائے کرام کے ساتھ ہمارا واسطہ پڑا ہے۔

جل جلالہٗ۔



حضرت خاکیؒ اور سید اسماعیل شامیؒ

یہ بھی واضح رہے جس طرح حضرت خاکی رحمۃ اللہ سلسلہ
سہروردیہ کے درخشندہ سیارہ ہیں۔ اسی طرح جناب موصوف
سلاسل عالیہ کے بھی ضوفشاں ستارہ سے کم حیثیت نہیں متعلق
نہیں رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ سلسلۂ قادریہ کے بھی بدر منیر
اور آفتاب تاباں ہیں آنجناب تعلق [illegible] حضرت
سید اسماعیل شامی رحمۃ اللہ وارد سرہنگ سے خرقۂ خلافت
قادریہ حاصل کیا۔ اور اس کے عوض میں حضرت سید نے حضرت
خاکی رحمۃ اللہ سے سلسلہ سہروردیہ کا خرقہ زیب تن فرمایا۔
یہ حضرات فی الحقیقت اللہ والے تھے۔ اور تہاں اور جس کے یہاں
ایمان و ایقان و یقین و عرفان کا اُبلتا ہوا چشمہ تھے
تو آنا سے اس چشمۂ فیض و برکت کے گھونٹ مانگنے اور حاصل کرنے
میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ علامہ حضرت خاکی رحمۃ
سید میر اسماعیل شامی قادری سے خرقۂ خلافت قادریہ حاصل کرنے کے بعد

بہت محظوظ ہوئے۔

حضرت علامہ خاکیؒ کا اپنے عہد کی ملکی سیاست پر گہرا اثر



تصوف اور علم سلوک کے دشمن یہ کہتے ہیں کہ تصوف گوشہ نشینی اور رہبانیت اور ترک دنیا کی ترغیب دیتا ہے جو اسلامی تعلیم اور اس کے آفاقی ہونے کے بالکل برخلاف ہے۔ اس لئے علم تصوف علم سلوک کے پڑھنے پڑھانے، سیکھنے اور سکھانے سے دور رہنا چاہیئے۔ جہاں تک واقعات و حقائق کا تعلق ہے۔ یہ الزام واقعات و حقائق کی روشنی میں بالکل بے بنیاد اور غیر واقع ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہ بانی سلسلہ کبرویہ کی حیات مقدسہ پر نگاہ ڈالئے تو دیکھئے آنجناب نے آخری دم تک تاتاریوں سے کس طرح مقابلہ کیا۔ اور میدان جہاد میں آکر کس طرح جام شہادت

بھی نوش فرمایا۔ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس سرہ اگرچہ عملاً سیاست میں دخل نہیں دیتے، مگر شاہانِ کشمیر اور شاہان دہلی کے درمیان معاہدہ صلح اُن کی خدا داد قابلیت کا زندہ ثبوت ہے۔ تفصیل کے لئے راقم کی کتاب "التناشیر فی حالات الامیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ" کا مطالعہ کیجئے۔

آیئے اِس وقت حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح ہم لکھ رہے ہیں، آنجناب نے جید صوفی، عالم و محدث ہونے کے باوجود اپنی ملکی سیاست پر کیا اثر ڈالا ہے، مختصر لفظوں میں عرض کریں گے۔

جب آپ کے عہد میں حکمرانوں نے اپنے حقوق اور واجبات سے بہت زیادہ تجاوز کیا، جمہور کے مذہب میں مداخلت بے جا کی اِس وقت کے علامۃ الدہر قاضی شیخ موسیٰ کو شہید کیا اور علماء اسلام کو سخت اذیتیں دیں۔ حضرت سلطان شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کو ملک بدر کیا، حضرت صرفی رحمۃ اللہ کا عظیم الشان کتب خانہ جو کہ دنیا کی سیر و سیاحت کرکے اُن کی محنت شاقہ کا عجیب کرشمہ تھا، نذرِ آتش کر ڈالا۔ اور ملک کا امن و امان اپنی غلط حکمت عملی سے خاک و خون کے ساتھ بدل دیا۔ آخر علماء اسلام کب تک اِسی قسم کا ظالمانہ اور بہیمانہ طریقہ سہتے

اور برداشت کرتے۔ انھوں نے پہلے حکمرانوں کو نہایت نرمی اور باہمی جنگ وجدال کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہ منظر عام پر آ ہی گیا۔

اُدھر اکبر اعظم بھی کشمیر کی طرف ٹکٹکی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اندرونی خانہ جنگی اور باہمی رسہ کشی کی وجہ سے وہ کسی بھی وقت کشمیر کو فراموش نہیں کرسکتا تھا۔ جس سے اس زمین جنت تمکین کا بھی زیادہ نام ونشان مٹنے کا قوی امکان تھا تو ان خاص وجوہ یعنی اندرونی سیاسی رسہ کشی اور مذہبی معاملات میں بے جا مداخلت کی وجہ سے حضرت صرفی رحمۃ اللہ اور حضرت علامہ خاکی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہم نے دہلی جاکر کشمیر کے بارے میں اکبر اعظم سے بات چیت کی اور اہم معاہدات باہم ویگمہ طے پائے۔ جیسا کہ تاریخ میں مذکور ہے۔ ہاں ان کی تفصیل میرے سامنے نہیں ہے۔ اور یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ معاہدات عصر حاضر کے معاہدہ اور دفعہ (۳۷۰) سے بہتر تھے یا نہ، کیونکہ میں سیاسی دنیا سے الگ ہوں۔ اور اس سلسلہ میں خواجہ اعظم دیدہ مری مصنف "واقعات کشمیر" لکھتے ہیں۔

ترجمہ: جب فرقہ غیر سنی کے ہاتھوں حضرت قاضی موسیٰ شہید نے جام شہادت نوش کیا تو حضرت خاکی رحمتہ اللہ علیہ مجبوراً پھر ہندوستان

تشریف لے گئے۔ اور چک حکومت کے خلاف دُعا بد کی۔ اور آپ نے لوگوں کو صبر و تحمل سے کام کرنے کی اپیل کی۔ اور اُن کو خوشخبری دی کہ عنقریب ظالم حکومت کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں گی تو آپ اکبری لشکر کے ساتھ واپس آئے۔

مگر تذکرۃ العارفین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر اعظم کی فوج جب کشمیر پہنچی تو اُس وقت آپ لاہور اور دوسرے اطراف ہند میں تھے۔ چلئے اب تو بات آسان ہوگئی کہ آپ پر کوئی اعتراض ہی وارد نہیں ہوتا ہے جس کے جواب دینے کی ضرورت پڑے۔ ہاں اِس مقام پر ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے جس کا جواب دینا ہم پر فرض ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اکبر اعظم دین الٰہی اور صلح کل کا علمبردار تھا جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر علمائے حق اِس سے ناراض تھے تو اِن حالات میں حضرت صرفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ خاکی نے کیونکر اکبر بادشاہ کے دامان میں پناہ لی۔

جواب: (۱) اوّل تو یہ ہے کہ اکبر بادشاہ نے اپنا مذہبی زاویہ ماننے پر کسی کو مجبور نہ کیا۔ اِس کے برخلاف یوسف شاہ چک نے غیر ملکی لوگوں کے اشاروں پر ناچ کر سخت رویّہ اختیار کیا۔ اِس لحاظ سے دونوں حکمرانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(۲) حضرت صرفی رحمۃ اللہ کی بات ہی کیا کہ معاذ اللہ دین الٰہی کے

حامی ہوتے۔ اُن کے شاگرد خاص حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے تو اِس خود ساختہ دین کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دیں۔ اور اِس طرح اِس دین کا خاتمہ ہوا۔

(۳) اکبر کے اِس دین کو اُن کے احفاد نے بھی تسلیم نہ کیا۔ چہ جائیکہ حضرت خاکی رحمۃ اللہ، حضرت صرفی رحمۃ اللہ اور مولانا جوہر کشمیری جیسے علماء جو حضرت حافظ ابن حجر مکی کے تلامیذ تھے۔ اور علم سلوک کے رہنمایان تھے اِس دین کو تسلیم کرتے، حضرت صرفی رحمۃ اللہ اور حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین و تلامیذ اور خود اُن کی تصانیف قرآن و حدیث اور علم سلوک کے اسرار و معانی سے پُر ہیں۔ اگر وہ دین الٰہی کے حامی ہوتے تو معاذ اللہ قرآن و حدیث کی جگہ دینِ الٰہی کے خود ساختہ اصول آج ہم اُن کی تصانیف میں دیکھتے۔

(۴) حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ کا سال وصال سنہ ۹۹۴ھ ہے۔ اور اکبر بادشاہ کا سنہ وفات ایک ہزار چودہ ہجری ہے۔ دونوں کی وفات میں تقریباً بیس سال کا فرق ہے یعنی جس وقت علامہ خاکی علیہ الرحمہ وفات پا گئے اُس وقت تو ابھی دینِ الٰہی مدوّن ہی نہیں ہوا تھا۔

باقی ان حضرات پر اکبر کی کشمیر پر چڑھائی کرنے کی کوئی ذمہ داری اور کوئی اعتراض نہیں آتا ہے۔ قابل اعتراض تو اُس وقت کے حکمران

تھے جن کی مذہبی مداخلت اور دین حق سے بے پرواہی برتنے سے کشمیر فتنوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ اور سیاسی حیثیت سے اس مقام پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ شاہمیری خاندان کے زوال کے اسباب اور چک حکومت کے برسراقتدار آنے کے کیا وجوہ تھے۔ اور اس میں غیر ملکی ہاتھ تھا یا نہیں۔ تاریخ کے طالب علم یہ مسئلہ ٹھیک جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم اس جگہ اس بحث کو قلم انداز کرتے ہیں۔

کرامات

عام طور پر یہ بات درجہ تواتر تک پہنچ گئی ہے کہ اولیاء اللہ سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں۔ کرامتوں سے مراد ایسے امور خارقہ للعادۃ ہیں جو ایسے شخص سے سرزد ہوتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم قدم پر پیرو اور اتباع کرنے والا ہے۔

آیئے تاریخ کی روشنی میں حضرت شیخ بابا داؤد خاکی کی چند کرامتیں ملاحظہ فرمایئے:

(۱) ایک روز حضرت خاکی رحمۃ اللہ اپنے مرشد کی خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ اسی اثنا میں حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ۱۹۴ اشخاص بیمار پہنچے جو بظاہر لاعلاج تھے۔ یہ سب آنجناب کے پاس دعاء

شفاء کرنے کے لئے پیش کئے گئے تھے۔ آں پیر حقائق نے حکم فرمایا کہ ان تمام بیماروں کو حضرت شیخ خاکی رحمۃ اللہ کے پاس لے جاؤ وہی ان بیماروں کیلئے دعا شفا فرمائیں گے۔ چنانچہ حسب حکم سلطانی وہ تمام بیمار حضرت شیخ خاکی رحمۃ اللہ کے پاس لائے گئے اور آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان سب بیماروں کو شفا بخشی۔

رہا یہ امر کہ ایک آدمی کی نگاہ سے اچھا سا بیمار کیسے اور کیونکر اچھے ہوں گے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ معجزات و کرامات کا اصل خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اولیاء اللہ اور انبیاء کی طرف ان چیزوں کی نسبت مجازی ہے جیسا کہ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا میں جبریل امین کی طرف نسبت مجازی ہے۔ یہ نص قرآن ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے۔

(۲) صاحب تذکرۃ العارفین لکھتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت خاکی رحمۃ اللہ کے ساتھ علاقہ بانگل کا سفر کیا تو اس علاقہ میں پہنچ کر راستہ میں ایک شیر نمودار ہوا جسے دیکھ کر میں گھبرا اٹھا تو آنجناب نے میری گھبراہٹ محسوس کرکے فرمایا "غم مخور ایں ہم بندۂ حق است" وگفتہ بزرگان

اگر تیغ عالم بہ جنبد زجائے　　نہ بُرد رگِ کس چوں نخواہد خدائے

یعنی آنجناب نے فرمایا ڈرو مت اور فکر نہ کرو یہ بھی خدا تعالیٰ کا بندہ ہے، کیا تمکو بزرگان دین کے اس فرمان کا علم نہیں کہ اگر روئے زمین کی تلواریں اپنی جگہ سے حرکت میں آئیں گی تو اگر مرضیٔ خدا نہ ہو تو وہ کسی کاٹ نہیں سکیں۔ چنانچہ وہ شیر ہمارے نزدیک آ پہنچا تو اس نے نہایت عاجزی اور انکساری سے حضرت شیخ خاکی رحمۃ اللہ کے سامنے اپنا سر جھکایا اور آنجناب کا استقبال کیا۔

(۵) صاحب تذکرۃ العارفین لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت خاکی اپنے مرشد کے قریبی حجرہ میں مراقبہ میں مشغول تھے، مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد نماز چاشت ادا کی۔ اسی اثناء میں ایک باوقار بزرگ حضرت شیخ کے پاس تشریف لائے۔ اور بعد میں حضرت خاکیؒ کے ہمراہ ساتھ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ بعد میں استفسار کرنے پر معلوم ہوا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ مورخ فرماتے ہیں کہ خواجہ خضر کا نام سن کر مجھے آپ کی ملاقات کا شوق ہوا، پھر اس حجرہ کے دروازے پر باہر اسی غرض سے ٹھہرتا تھا کہ آپ کی ملاقات سے بہرہ ور ہو جاؤں۔

وصال :- حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ نے ۲ صفر المظفر ۹۹۲ھ میں وصال فرمایا ؎

دور ہا باید کہ تا صاحبدلے پیدا شود بایزید اندر خراسان یا اویس اندر قرن

آپ کے خلفاء ... اولیاء کرام اور شعراء عظام آپ کے انتقال پُر ملال پر مراثی لکھے۔ اور آپ اپنے مرشد ربانی کے پہلو ... رہا ہیں۔ حضرت میرزا حیدر قتا ... حضرت محبوب العالمؒ ... اسی روضۂ اطہر کی شان فرماتے ہیں کہ

کشورِ کشمیر از وی ... جنت بے نظیر ... مقرش در کوہ ماران کعبۂ عالم شدہ است

باقی حضرت ... آں قطب ... کی مفصل سوانح حیات اور آپ کے معاصرین خلفاء اور تصنیفات و تالیفات اور دیگر ... مفصل تبصرہ "تاج العارفین" کے حصۂ دوم میں انشاء اللہ پیشِ خدمت کریں گے۔ اور مطالعہ کرنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ اگر آن کو اس کتاب کے مطالعہ سے کسی قسم کا دینی فائدہ ہوگا تو وہ راقم الحروف کے لئے سعادت دارین کی دعا فرماتے رہیں گے

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعُلَمَاءِ شَرِیْعَتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

مقام اشاعت:- مرکزی اشاعتِ سیرتِ اولیاء"۔ عیدگاہ، سرینگر

خاکپائے اولیاء

السید محمد قاسم شاہ بخاری

صدر انجمن تبلیغ الاسلام و مہتمم اعلیٰ حنفیہ عربیک کالج و صدر محکمۂ شرعیہ جموں و کشمیر

کتابت: سید محمد مقبول بخاری متعلم مولوی فاضل حنفیہ عربیہ کالج سرینگر۔